Presented by: https://jafrilibrary.org

آیت اللہ سید محمد حسین فضل اللہ

حضرت علیؑ کی وصیت

Presented by: https://jafrilibrary.com

دار الثقلین

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org
Presented by: https://jafrilibrary.com
Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

ابن ملجم کی ضربت کے بعد حسنینؑ کو

حضرت علیؑ کی وصیت

شارح

آیت اللہ سید محمد حسین فضل اللہ

ترجمہ

نثار احمد زین پوری

Presented by: https://jafrilibrary.com

یکے از مطبوعاتِ

دار الثقلین

پوسٹ بکس نمبر ۲۱۳۳-کراچی ۷۴۶۰۰-پاکستان

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

DARUSSAQLAIN
P.O. Box No. 2133,
Karachi-74600 Pakistan

Presented by: https://jafrilibrary.com

جملہ حقوق بحقِ ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب: حضرت علیؑ کی وصیت

شارح: آیت اللہ سید محمد حسین فضل اللہ

ترجمہ: نثار احمد زین پوری

ناشر: دارالثقلین

تاریخ اشاعت: رمضان المبارک ۱۴۲۸ھ، ستمبر ۲۰۰۷ء

قیمت: ۶۰ روپے

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

فہرست

☆ابن ملجم کی ضربت کے بعد حسنینؑ کو حضرت علیؑ کی وصیت ——— ۷
☆تمہید ——— ۱۱
تاریخ میں خوارج کا اندازِ فکر ——— ۱۴
امامؑ نے خوارج کے ساتھ کیا طرزِ عمل اختیار کیا؟ ——— ۱۵
اس قسم کے فتنوں سے ہوشیار رہنا چاہیے ——— ۱۷
ذاتِ علیؑ کا مطالعہ ہم کیسے کریں؟ ——— ۱۸
قرآن کو کتاب اور عمل میں پڑھنا چاہیے ——— ۱۹
حضرت علیؑ کی وصیت ——— ۲۰
☆عمومی وصیت ——— ۲۳
۱۔ماحول کی حفاظت ——— ۳۹
۲۔عمومی چیزوں کی حفاظت ——— ۴۰
۳۔نظمِ عمومی کی حفاظت ——— ۴۱
۴۔ضرورت اور پیداوار میں توازن ——— ۴۲
۱۔سیاسی جہاد ——— ۷۸

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

۲۔فکری جہاد ———— ۷۹
۳۔مالی جہاد ———— ۸۲
۴۔جہاد بالنفس ———— ۸۶
۵۔جہاد باللسان ———— ۸۸
☆خصوصی وصیت ———— ۱۰۱
وصیت کے اختتام پر فرمایا ———— ۱۰۴

☆☆☆☆☆

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

ابن ملجم کی ضربت کے بعد حسنینؑ کو

حضرت علیؑ کی وصیت

''اُوصِیکُمَا بِتَقوَی اللّٰہِ.''

''میں تم دونوں کو خدا سے ڈرتے رہنے کی وصیت کرتا ہوں۔''

''وَاِنْ لَا تَبغِیَا الدُّنیَا وَاِنْ بَغَتکُمَا.''

''اور دنیا کی طرف مائل نہ ہونا خواہ وہ تمہاری طرف مائل ہو۔''

''وَلَا تَأسَفَا عَلیٰ شَیٍٔ مِنھَا زُوِیَ عَنکُمَا.''

''اور دنیا کی جو چیز تم سے روک لی جائے اس پر افسوس نہ کرنا۔''

''وَقُولَا بِالْحَقِّ.''

''اور جو بھی کہنا حق کے لئے کہنا۔''

''وَاعمَلَا لِلاَجرِ.''

''اور جو کچھ کرنا ثواب کے لئے کرنا۔''

''وَکُونَا لِلظَّالِمِ خَصمًا وَلِلمَظلُومِ عَونًا.''

''اور ظالم کے دشمن اور مظلوم کے مددگار رہنا۔''

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

''اُوصِيكُمَا وَجَمِيعَ وَلَدِیْ وَاَهْلِیْ وَمَنْ بَلَغَهُ كِتَابِیْ بِتَقْوَی اللّٰهِ وَنَظْمِ اَمْرِكُمْ.''

''میں تم دونوں کو، اپنی دوسری اولادوں کو، اپنے کنبے کے افراد کو اور جن لوگوں تک میرا یہ نوشتہ پہنچے اُن سب کو وصیت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرتے رہنا اور اپنے امور کو منظم رکھنا۔''

''وَصَلاحِ ذَاتِ بَيْنِكُمْ. فَاِنِّیْ سَمِعْتُ جَدَّكُمَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ يَقُوْلُ: صَلاحُ ذَاتِ الْبَيْنِ اَفْضَلُ مِنْ عَامَةِ الصَّلٰوةِ وَالصِّيَامِ.''

''اور باہمی تعلقات کو سلجھائے رکھنا، کیونکہ میں نے تمہارے نانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ: آپس کی کشیدگیوں کو مٹانا عام نماز روزے سے افضل ہے۔''

''وَاللّٰهَ اللّٰهَ فِی الْاَيْتَامِ، فَلاَ تُغِبُّوْا اَفْوَاهَهُمْ وَلَا يَضِيْعُوْا بِحَضْرَتِكُمْ.''

''دیکھو! یتیموں کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا۔ ان پر فاقے کی نوبت نہ آئے اور تمہارے ہوتے ہوئے وہ برباد نہ ہوں۔''

''وَاللّٰهَ اللّٰهَ فِیْ جِيْرَانِكُمْ، فَاِنَّهُمْ وَصِيَّةُ نَبِيِّكُمْ، مَازَالَ يُوْصِیْ بِهِمْ، حَتّٰى ظَنَنَّا اَنَّهُ سَيُوَرِّثُهُمْ.''

''دیکھو! اپنے ہمسایوں کے بارے میں خدا سے ڈرتے رہنا، کیونکہ اُن کے بارے میں تمہارے نبیؐ نے برابر ہدایت کی ہے۔ آپؐ ان کے بارے میں اس قدر تاکید فرماتے تھے کہ ہمیں یہ گمان ہونے لگا تھا کہ آپؐ اُنھیں بھی ورثہ دلائیں گے۔''

''وَاللّٰهَ اللّٰهَ فِی الْقُرْاٰنِ، لَا يَسْبِقُكُمْ بِالْعَمَلِ بِهٖ غَيْرُكُمْ.''

''اور قرآن کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا، کہیں ایسا نہ ہو کہ

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

دوسرے اس پر عمل کرنے میں تم پر سبقت لے جائیں۔"

"وَاللّٰهَ اللّٰهَ فِیْ الصَّلوٰةِ' فَاِنَّهَا عَمُودُ دِیْنِکُمْ."

"نماز کے بارے میں اللہ سے ڈرنا کیونکہ وہ تمہارے دین کا ستون ہے۔"

"وَاللّٰهَ اللّٰهَ فِیْ بیْتِ رَبِّکُمْ' لَا تُخْلُوْهُ مَابَقِیْتُمْ."

"اور اپنے رب کے گھر کے بارے میں خدا سے ڈرتے رہنا' جیتے جی اسے خالی نہ چھوڑنا۔"

"فَاِنَّهُ اِنْ تُرِکَ لَمْ تُنَاظَرُوْا."

"کیونکہ اگر یہ خالی چھوڑ دیا گیا تو پھر (عذاب سے) مہلت نہ پاؤ گے۔"

"وَاللّٰهَ اللّٰهَ فِیْ الْجِهَادِ بِاَمْوَالِکُمْ وَاَنْفُسِکُمْ وَاَلْسِنَتِکُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ."

"اپنے اموال' جان اور زبان سے راہِ خدا میں جہاد کے سلسلے میں خدا سے ڈرتے رہنا۔"

"وَعَلَیْکُمْ بِالتَّوَاصُلِ وَالتَّبَاذُلِ' وَاِیَّاکُمْ وَالتَّدَابُرَوَالتَّقَاطُعَ."

"تم پر لازم ہے کہ ایک دوسرے سے میل ملاپ رکھنا اور ایک دوسرے کی اعانت کرنا۔ خبردار ایک دوسرے سے قطع تعلق سے پرہیز کرنا۔"

"لَا تَتْرُکُوا الْاَمْرَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْیَ عَنِ الْمُنْکَرِ' فَیُوَلّٰی عَلَیْکُمْ شِرَارُکُمْ' ثُمَّ تَدْعُوْنَ فَلَا یُسْتَجَابُ لَکُمْ."

"دیکھو! امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ترک نہ کرنا' ورنہ بدکردار تم پر مسلّط ہو جائیں گے اور پھر اگر تم دعا مانگو گے تو وہ قبول نہ ہوگی۔"

"یَا بَنِیْ عَبْدِالْمُطَّلِبِ! لَا اُلْفِیَنَّکُمْ تَخُوْضُوْنَ دِمَآءَ الْمُسْلِمِیْنَ' خَوْضًا تَقُوْلُوْنَ: قُتِلَ اَمِیْرُالْمُؤْمِنِیْنَ."

"اے عبدالمطلب کے بیٹو! ایسا نہ ہو کہ تم' امیرالمومنین قتل ہو گئے' امیر

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

المومنین قتل ہوگئے کے نعرے لگاتے ہوئے مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلنے لگو۔"

"اَلاَ لاَ تَقْتُلُنَّ بِیْ اِلَّا قَاتِلِیْ."

"دیکھو! میرے بدلے میں صرف میرا قاتل ہی قتل کیا جائے۔"

"اُنْظُرُوْا اِذَا اَنَا مُتُّ مِنْ ضَرْبَتِهِ هٰذِهٖ فَاضْرِبُوْهُ ضَرْبَةً بِضَرْبَةٍ، وَلَا تُمَثِّلُ بِالرَّجُلِ، فَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ (صَلَّی اللّٰه عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ) یَقُوْلُ: "اِیَّاكُمْ وَالْمُثْلَةَ وَلَوْ بِالْكَلْبِ الْعَقُوْرِ."

"دیکھو! اگر میں اس ضرب سے مر جاؤں' تو تم اس ایک ضرب کے بدلے میں اسے ایک ہی ضرب لگانا' اور اس شخص کے ہاتھ پیر نہ کاٹنا' کیونکہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو فرماتے سنا ہے کہ: خبردار کسی کے ہاتھ پیر نہ کاٹنا' خواہ وہ کاٹنے والا کتا ہی کیوں نہ ہو۔"

(نہج البلاغہ۔مکتوب ۴۷)

☆☆☆☆☆

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

یہ رمضان المبارک کے مہینے کی انیسویں شب ہے' اس رات عبدالرحمٰن ابن ملجم کے ہاتھوں ایک عظیم جرم سرزد ہوا تھا' اسی رات اُس نے حضرت علی علیہ السلام کو حالتِ نماز میں ضربت لگائی تھی' جس کے سبب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اسلامی معاشرے کی سب سے عظیم ترین شخصیت امت سے جدا ہوئی تھی' ایسی شخصیت جس کی اُس وقت اسلامی معاشرے کو سخت ضرورت تھی۔

حضرت علی علیہ السلام کا قتل کوئی اتفاقی امر نہیں تھا' بلکہ اُن سازشوں کے سلسلے کا نتیجہ تھا جن میں نمایاں ترین سازش حکمیت تھی' اسی حکمیت کے سبب جنگِ صفین بند ہوئی تھی' جو حضرت علیؑ پر معاویہ بن ابی سفیان کی طرف سے مسلط کی گئی تھی۔ کیونکہ معاویہ نے شرعی خلافت کے خلاف بغاوت کی تھی۔ حضرت علیؑ کی خلافت ہر اعتبار سے شرعی اور قانونی حیثیت کی حامل تھی۔ آپؑ کی خلافت پر امت کا اجماع تھا' جب کہ آپؑ سے پہلے خلفا کی خلافت پر امت کا اجماع نہیں ہوا تھا۔

جنگِ صفین میں معاویہ نے حضرت عثمان کے خون کا انتقام لینے کا نعرہ بلند کیا۔ حضرت عثمان کا قتل گویا اُن کے لئے حضرت علیؑ کی حکومت وخلافت کے غیر شرعی ہونے کی حجت بن گیا تھا' جبکہ حضرت عثمان کے قتل سے حضرت علیؑ کا کوئی تعلق نہ تھا۔ ''قمیصِ عثمان''

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

اسی زمانے سے ضرب المثل بن گئی۔ اور یہ مثل اس وقت بولی جاتی ہے جب کوئی شخص استحقاق کے بغیر اپنے موقف کو صحیح قرار دینے کے لئے ناحق شور مچاتا ہے۔

جنگ جاری تھی، اگر معاویہ کا فریب وحیلہ کارگر نہ ہوا ہوتا تو حضرت علیؑ کی فتح یقینی تھی، لیکن معاویہ کے مشیر عمرو بن عاص کے اشارے پر یہ چال چلی گئی کہ اہلِ شام نیزوں پر قرآن بلند کریں اور قرآن کو حکم بنانے کا مطالبہ کریں، تاکہ فریقین مسئلے کو حل کرنے کے لئے خدا کے اس قول: فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ. (۱) کی بنیاد پر قرآن سے رجوع کریں۔

چنانچہ حضرت علیؑ کے لشکر میں سے بعض سادہ لوح لوگوں پر اس کا جادو چل گیا۔ وہ معاملے کی گہرائی تک نہیں پہنچ سکے، جبکہ حضرت علیؑ نے انھیں یہ بات سمجھانے کی بہت کوشش کی کہ یہ لوگ دین اور قرآن کو نہیں مانتے۔ آپؑ نے اپنے سپاہیوں سے یہ بھی فرمایا: انھوں نے نہ اس سے پہلے قرآن اٹھایا ہے اور نہ اس کے بعد اٹھائیں گے، اور نہ وہ یہ جانتے ہیں کہ قرآن میں کیا لکھا ہے۔ انھوں نے تمھیں دھوکا اور فریب دینے کے لئے قرآن اٹھایا ہے۔ اُن لوگوں نے حضرت علیؑ نے کہا: ہم سے یہ نہیں ہوسکتا کہ ہمیں قرآن کی طرف دعوت دی جائے اور ہم اسے قبول کرنے سے انکار کردیں۔ آپؑ نے فرمایا: میں نے ان سے اسی لئے جنگ کی ہے کہ وہ اس کتاب کے مطابق عمل کریں، لیکن انھوں نے حکمِ خدا کی نافرمانی کی اور اس سے کئے ہوئے عہد کو بھول گئے اور کتابِ خدا کو چھوڑ دیا۔ (تاریخِ طبری۔ ج ۳۔ ص ۳۴)

معاویہ کی اس چال نے حضرت علیؑ کے لشکر میں اختلاف وانتشار پیدا کردیا، جس کی وجہ سے اُن کے لئے جنگ کا جاری رکھنا دشوار ہوگیا۔ خود حضرت علیؑ کو ان لوگوں کی طرف

۱۔ پھر اگر آپس میں کسی بات پر اختلاف ہوجائے تو اسے خدا اور اس کے رسول کی طرف پلٹادو۔ (سورۂ نساء۴۔ آیت ۵۹)

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

سے خطرہ لاحق ہوگیا جو بعد میں خوارج کے نام سے مشہور ہوئے۔ انھی لوگوں کے دباؤ کی وجہ سے آپؑ نے مالکِ اشترؒ کو جنگ بند کرنے کا حکم دیا' جبکہ مالک کے ہاتھوں فتح ہونے ہی والی تھی۔

اس فتنے کے پیشِ نظر حضرت علیؑ نے حکمیت کو قبول کرلیا۔ کیونکہ اس فتنے سے دوسرے مسلمانوں کی ذہنیت میں بھی کجی پیدا ہوسکتی تھی۔ پھر ان مسلمانوں میں سے اکثر لوگ سادہ لوح تھے۔

انھیں یہ سوچنا چاہیے تھا کہ کتابِ خدا کو حکم قرار دینے کا جو نعرہ معاویہ نے بلند کیا ہے' اور مسلمانوں کے خلیفہ حضرت علیؑ اس نعرے کو قبول نہیں کررہے ہیں' آخر اسکی وجہ کیا ہے؟ جو چیز انھیں معاویہ کے راستے سے نزدیک اور حضرت علیؑ کی نہج سے دور کررہی تھی' وہ معاویہ کا کتابِ خدا کو حکم بنانے کا نعرہ تھا۔ اکثر موقعوں پر انسان ایسے نعروں کے سامنے نہیں ٹھہر پاتا' خواہ اس کا غلط نتیجہ برآمد ہو۔

بہر حال نوبت مذاکرات اور گفتگو تک پہنچی۔ شام والوں نے اپنا نمائندہ عمرو بن عاص کو مقرر کیا اور خوارج نے ابوموسیٰ اشعری کو معین کیا۔ لیکن حضرت علیؑ نے ابوموسیٰ اشعری کو اپنا نمائندہ بنانے کی ان کی اس تجویز کو مسترد کردیا' کیونکہ ابوموسیٰ قابلِ اعتماد نہیں تھے۔ حضرت علیؑ نے ابن عباس کو حکم کے عنوان سے پیش کیا' تو خوارج نے کہا: ہماری نظر میں آپ اور ابن عباس یکساں ہیں' ہم ایسے شخص کو حکم بنانا چاہتے ہیں' جو آپ کے اور معاویہ کے لئے برابر ہو۔ (تاریخِ طبری۔ ج ۳۔ ص ۳۶) پھر انھوں نے ابوموسیٰ ہی کو مقرر کرنے پر اصرار کیا' تو آپؑ نے فرمایا: جس کو تم نے طے کرلیا ہے اسی کو بنالو۔ (تاریخِ طبری۔ ج ۳۔ ص ۳۷)

عمرو بن عاص اور ابوموسیٰ اشعری نے یہ طے کیا کہ ہم میں سے ہر ایک اپنے اپنے امیر کو معزول کردے گا' اور اس کے بعد مسلمان جس کو چاہیں گے اپنا خلیفہ منتخب کرلیں گے۔ اس طرح سرے سے یہ جھگڑا ختم ہوجائے گا اور مسلمان سکون پائیں گے۔ ابوموسیٰ دھوکا

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

کھا گئے۔ عمرو بن عاص نے ابوموسیٰ سے کہا: پہلے تم اپنے امیر کو معزول کرو۔ کیونکہ ابوموسیٰ عمر میں اس سے زیادہ تھے اور صحابی ہونے میں اس پر مقدم تھے۔ چنانچہ ابوموسیٰ کھڑے ہوئے اور کہا کہ ہم دونوں نے یہ طے کیا ہے کہ علیؑ اور معاویہ دونوں کو معزول کر دیا جائے (پس میں علیؑ اور معاویہ دونوں کو معزول کرتا ہوں) جبکہ عمرو بن عاص نے کہا: ابوموسیٰ نے اپنے امیر کو معزول کر دیا ہے، لیکن میں اپنے امیر کو برقرار رکھتا ہوں۔

اس سے انتشار اور خلفشار پیدا ہوگیا۔ یہیں سے خوارج کا فرقہ وجود میں آیا۔ انھوں نے حضرت علیؑ سے کہا: آپ نے شرک اور کفر کیا ہے، کیونکہ آپ نے دین خدا میں لوگوں کو حاکم بنایا ہے، جبکہ اللہ کے علاوہ کوئی حاکم نہیں ہے۔

حضرت علیؑ نے ان سے گفتگو کی اور ان پر یہ بات واضح کرنے کی کوشش کی کہ یہ بات صحیح ہے کہ خدا کے علاوہ کوئی حاکم نہیں، لیکن معاشرے میں تو انسان ہی حاکم ہوگا۔ حضرت علیؑ نے یہ بھی فرمایا: ان کی بات حق ہے، لیکن اس سے وہ جو مراد لیتے ہیں، وہ باطل ہے۔ کیونکہ وہ یہ کہتے ہیں کہ خدا کے علاوہ کوئی امیر بھی نہیں ہے، جبکہ لوگوں کے لئے امیر کا وجود ضروری ہے، چاہے وہ نیک ہو یا بد۔ اگر نیک ہے تو مومن اس کی حکومت میں اچھے کام کرے گا اور اگر بد ہے تو کافر لذت اٹھائے گا۔ (نہج البلاغہ۔ کلماتِ قصار ۴۰)

تاریخ میں خوارج کا اندازِ فکر

جن لوگوں کی پیشانیوں پر سجدوں کی کثرت کی وجہ سے اونٹ کے گھٹنوں پر پڑنے والے گٹھوں کی طرح گٹھے پڑے ہوئے تھے، اُن کی عقلیں گم تھیں، وہ کسی صورت مذاکرات اور گفتگو کے لئے تیار نہ تھے۔

یہ لوگ حضرت علیؑ سے علیحدہ ہوگئے، اور یوں امامؑ کی حکومت کے علاقے میں ایک الگ گروہ پیدا ہوگیا، جو خوارج کے نام سے معروف ہوا۔

اپنی منطق اور اپنے کردار کے اعتبار سے یہ گروہ ہر جگہ اور ہر زمانے میں موجود رہا

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

ہے۔ ہمیں ہر زمانے اور ہر موقع پر ایسے افراد نظر آتے ہیں جو بعض نعرے رٹ لیتے ہیں لیکن وہ ان کی گہرائی اور ان کے نتائج سے واقف نہیں ہوتے' اور یہ نہیں جانتے کہ معاشرے پر ان کے کیا اثرات مرتب ہوں گے۔ کسی بھی نعرے کے ایک نظری معنی ہوتے ہیں اور دوسرے عملی دنیا میں اس سے لئے جانے والے معنی۔ نعرہ کوئی ایسی چیز نہیں ہوتا جو ہوا میں تحلیل ہو جائے' بلکہ وہ معاشرے پر اثرانداز ہوتا ہے۔

ہم پوری تاریخ میں کثرت کے ساتھ اسلامی معاشرے میں اس جہالت کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ لوگوں کی ایک جماعت حضرت علی ابن ابی طالبؑ سے کہتی ہے کہ: آپ (نعوذ باللہ) کافر ہو گئے ہیں۔ جبکہ اسلام کو علیؑ ہی کی عقل سے استحکام حاصل ہوا تھا۔ جہاں اسلام کو عقل کی ضرورت تھی وہاں آپؑ نے عقل دی' جہاں اُسے جہاد کی ضرورت تھی وہاں آپؑ نے جہاد کے ذریعے اس کی مدد کی' اسلام کو زندگی عطا کی اور اس کے نظام کو باقی رکھا۔

اسی طرح ہم بہت سے مصلحین کو دیکھتے ہیں جو امت کی اصلاح اور اسے انحراف اور کج روی سے بچانے کے لئے قدم اٹھاتے ہیں اور ان کا یہ اقدام جہل اور گمراہی سے دور ہوتا ہے' لیکن مذہبی اور عبادت گزار لیکن عقل اور ایمان کی روشنی سے محروم زندگی گزارنے والے خوارج جیسے افراد اُن کے آڑے آجاتے ہیں' جو دوسروں کو کافر اور گمراہ قرار دینا ہی اپنا فرضِ منصبی سمجھتے ہیں۔

امامؑ نے خوارج کے ساتھ کیا طرزِ عمل اختیار کیا؟

ہمارے لئے ضروری ہے کہ جس صورتحال سے حضرت علیؑ دوچار تھے' اُس کا جائزہ لیں اور دیکھیں کہ حضرت علیؑ نے ان لوگوں کے ساتھ کیسا برتاؤ کیا جنھوں نے آپؑ کے خلاف شورش کی تھی۔

حضرت علیؑ اس وقت مسلمانوں کے خلیفہ تھے' لیکن آپ نے اُن پر ظلم نہیں کیا'

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

چھوٹتے ہی اُن سے جنگ نہیں کی' اُنھیں برا بھلا نہیں کہا' بلکہ کبھی بذاتِ خود اور کبھی ا۔ اصحاب کے ذریعے اُن سے مذاکرات کیئے۔ کبھی عبداللہ ابن عباس کو اور کبھی دوسر اصحاب کو اُن کے پاس بھیجا۔ لیکن وہ مذاکرات کی زبان ہی نہیں سمجھتے تھے۔ یہی وہ لوٗ تھے جن کے بارے میں خدا نے فرمایا ہے:

"خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ وَ عَلٰی سَمْعِهِمْ وَ عَلٰی اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ۔"

"خدا نے ان کے دلوں اور کانوں پر گویا مہر لگا دی ہے' کہ نہ کچھ سنتے ہیں اور نہ سمجھتے ہیں اور آنکھوں پر بھی پردے ڈال دیئے ہیں۔"

(سورۂ بقرہ ۲۔ آیت ۷)

لوگوں کی عقلوں پر پردے پڑ جانا ہر معاشرے اور ہر زمانے میں مبلغین کے لئے ایک بڑی مشکل ہوتی ہے۔ حدیث میں آیا ہے:

"قطع ظهری اثنان: عالم متهتک وجاهل متنسک. هذا یصدّ عن عمله بتهتکه' وهذا یصدّ عن نسکه بجهله."

"دو اشخاص نے میری کمر توڑ دی ہے: ایک بے شرم عالم نے اور دوسرے جاہل عبادت گزار نے۔ ایک اپنی بے شرمی کے سبب اپنے علم سے روگرداں رہتا ہے اور دوسرا اپنی جہالت کی وجہ سے اپنی عبادت کی حقیقت سے دور رہتا ہے۔" (عوالی اللآلی۔ ج ۴۔ ص ۷۷' بحار الانوار۔ ج ۲۔ باب ۱۵۔ ح ۲۵)

جب بات یہاں تک پہنچی کہ خوارج روئے زمین پر فساد پھیلانے لگے اور انھوں نے مسلمانوں کو راستوں میں لوٹنا اور مارنا شروع کر دیا اور خباب اور ان کی بیوی کو قتل کر دیا' تو اسلامی معاشرے کے اجتماعی نظم و نسق کی حفاظت کی خاطر حضرت علیؑ کو اُن سے جنگ کرنا پڑی۔ آپؑ نے اُن سے اس لئے جنگ نہیں کی تھی کہ وہ فکری لحاظ سے آپؑ سے الگ ہوگئے تھے اور انھوں نے آپؑ کے خلاف شورش کی تھی۔

اِس جنگ میں خوارج میں سے زیادہ تر مارے گئے' کچھ لوگوں نے فرار ہو کر جان

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

بچائی۔ بچ جانے والوں نے ہی حضرت علیؑ' معاویہ اور عمرو بن عاص کے قتل کا منصوبہ بنایا تھا۔ چنانچہ انھوں نے ایک شخص کو شام' دوسرے کو مصر اور تیسرے عبدالرحمٰن ابن ملجم کو کوفہ بھیجا۔ ابن ملجم اپنے مقصد میں کامیاب ہوگیا' لیکن وہ لوگ معاویہ اور عمر عاص سے خلاصی نہ پاسکے۔

حضرت علیؑ کا قتل اُن لوگوں کی سازش کا نتیجہ تھا جو جہالت کی حالت میں خدا کی عبادت کرتے تھے' وہ اسلام کی حقیقی تعلیمات اور ہدایات سے واقف نہ تھے' جو یہ بتاتی ہیں کہ کس طرح نظریہ عملی میدان میں کارفرما ہوتا ہے۔

اس قسم کے فتنوں سے ہوشیار رہنا چاہیے

جب ہم اس تاریخی حقیقت کا ذکر کریں گے' تو اس وقت اس کی پوری کیفیت بیان کریں گے لیکن یہاں ہم خوارج کے حالات سے مماثلت رکھنے والے حالات کا تذکرہ ضروری سمجھتے ہیں۔ اسلامی معاشرے میں یہ حالات اُس وقت پیدا ہوتے ہیں جب بعض اشخاص یا پارٹیاں کسی مسلمان یا مصلح انسان کے قتل کے درپے ہوجاتی ہیں' خواہ اس کا یہ قتل معنوی ہو یا بدنی۔

ہماری کوشش یہ ہونی چاہیے کہ اسلامی معاشرے میں فتنۂ خوارج کو دُہرایا نہ جاسکے۔ خوارج وہی تھے جنھوں نے اپنے ظاہری حالات کے ذریعے لوگوں کا اعتماد حاصل کرلیا تھا' اگرچہ باطنی طور پر وہ اسلام سے منحرف تھے۔ وہ اسلام کو اسلام ہی کے نام سے برباد کر رہے تھے۔ اس وقت ضروری تھا کہ اس بڑی سازش کے مزاج کو سمجھا جائے جو اسلام کے رموز اور اس کے تعمیری پہلوؤں کے خلاف تھی۔ یہ بالکل اُسی طرح تھی جیسے غیر ملکی ایجنسیاں ہمارے معاشرے میں پائی جانے والی کمزوریوں سے فائدہ اٹھاتی ہیں اور اس کے نتیجے میں وہ ہمارے معاشرے کے بہت سے علیؑ صفت لوگوں کو قتل کرنا چاہتی ہیں' خواہ حضرت علیؑ سے ان کو وہی نسبت ہو جو ہزار سے ایک کو نسبت ہوتی ہے۔

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

ذاتِ علیؑ کا مطالعہ ہم کیسے کریں؟

آج ہم اِس دنیا میں زندگی بسر کر رہے ہیں اور حضرت علیؑ بارگاہِ ایزدی میں پہنچ چکے ہیں۔ ہمیں یہ دیکھنا چاہیے کہ ہم حضرت علیؑ کے ہر اس عمل سے کیسے استفادہ کرسکتے ہیں جس کو آپؑ نے اپنی زندگی میں انجام دیا اور ان چیزوں سے کیسے مستفید ہو سکتے ہیں جو آپؑ کے کلمات و مواعظ میں بیان ہوئی ہیں۔

حضرت علیؑ ایک ایسے انسان تھے جو اپنی امت کے درمیان زندگی گزارتے تھے۔ آپؑ صرف اپنے خاندان ہی میں محدود نہیں تھے۔ علیؑ نے دنیا سے اپنی ذات کے لئے کچھ بھی نہیں لیا' بلکہ اپنا سب کچھ اسلام پر نچھاور کر دیا۔ آپؑ فرماتے تھے:

"أَلاَ وَاِنَّ اِمَـامَـكُـمْ قَدِ اكْتَفٰى مِنْ دُنْيَـاهُ بِطِمْرَيْهِ 'وَمِنْ طُعْمِهٖ بِقُرْصَيْهِ. اَلاوَاِنَّكُمْ لَا تَقْدِرُوْنَ عَلٰى ذٰلِكَ 'وَلٰكِنْ أَعِيْنُوْنِىْ بِوَرَعٍ وَاجْتِهَادٍ 'وَعِفَّةٍ وَسَدَادٍ."

"دیکھو تمہارے امام کی حالت تو یہ ہے کہ اس نے دنیا کے ساز و سامان میں سے دو پھٹی پرانی چادروں اور کھانے میں سے دو روٹیوں پر قناعت کر لی ہے۔ میں جانتا ہوں کہ یہ تمہارے بس کی بات نہیں ہے۔ لیکن تم اتنا تو کرو کہ پرہیزگاری' سعی و کوشش' پاکدامنی اور سلامت روی میں میرا ساتھ دو۔" (نہج البلاغہ۔ مکتوب ۴۵)

علیؑ ایک ایسے انسان تھے جنھوں نے اپنا نفس خدا کے لئے فروخت کر دیا تھا' جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے:

"وَ مِنَ النَّـاسِ مَنْ يَّشْرِىْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَ اللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ."

"اور لوگوں میں وہ بھی ہیں جو خدا کی رضا کے لئے اپنے نفس کو بیچ ڈالتے

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

ہیں، اوراللہ اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے۔" (سورۂ بقرہ۲۔آیت ۲۰۷)

اسبابِ نزول میں بیان ہوا ہے کہ یہ آیت حضرت علیؑ کی شان میں اس وقت نازل ہوئی جب آپؑ شبِ ہجرت موت سے بے خوف ہوکر بسترِ رسولؐ پر سوئے، اس طرح آپؑ کا مقصد رسولؐ اور رسالت کی حفاظت کے سوا کچھ اور نہیں تھا۔

قرآن کو کتاب اور عمل میں پڑھنا چاہیے

اسی ذیل میں یہ بیان کردینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ بھی اسلام کے لئے کام کررہے ہیں، خواہ وہ فکری میدان میں کام کررہے ہوں یا اسلام کی تبلیغ میں مشغول ہوں، یا اسلام اور معاشرے کے لئے کوشاں ہوں، یا سیاسی میدان میں جدوجہد کررہے ہوں، یا کسی دوسرے میدان میں سرگرمِ عمل ہوں، اُن کے لئے ضروری ہے کہ جس طرح وہ قرآن کو کتابی صورت میں پڑھتے ہیں اسی طرح اُنھیں چاہیے کہ قرآن کو معاشرے کے بیچوں بیچ متحرک اُن شخصیات کے کردار اور عمل میں بھی پڑھیں جن کی خدا نے قرآن کے مطابق تربیت کی ہے۔ ان میں سب سے پہلے ہمارے ہادی نبی اور امام رسولِؐ خدا ہیں۔ آپؐ ہی نے ایک استاد کی حیثیت سے قرآن کے مطابق علیؑ کی تربیت کی ہے اور انھیں اپنے بعد دوسری قرآنی شخصیت بنایا ہے اور آپ فکری، جذباتی، کرداری، الغرض ہر اعتبار سے مکمل حق تھے۔ ہر حال میں حق تھے۔ آپؑ کے بارے میں رسولؐ فرماتے ہیں:

"علی مع الحق والحق مع علی، یدور معه حیثما دار."

"علی حق کے ساتھ ہے اور حق علی کے ساتھ۔ حق علی ہی کے ساتھ رہتا ہے، وہ جہاں بھی ہوں۔" (بحار الانوار۔ج۲۸۔ص۱۹۰)

ہمیں علیؑ کی مانند کوئی اور شخصیت نظر نہیں آتی جو اس نوعیت کے کردار کی حامل ہو اور رسولؐ کے بعد حق کا مرقع ہو۔ ہم پر لازم ہے کہ علیؑ کے ساتھ اس وسیع افق پر زندگی گزاریں جس پر آپؑ نے اپنی پوری حیات بسر کی اور ایمان پر ثابت قدم رہے۔ آپؑ

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

فرماتے ہیں:

"لَوْ کَشف لی الغطاء ما ازددت یقیناً."

"اگر میرے سامنے سے پردے اٹھا دیئے جائیں' تب بھی میرے یقین میں اضافہ نہیں ہوگا۔" (مناقبِ آلِ ابی طالب۔ج ا۔ص ۳۱۷)

ہم اسی لئے علیؑ کی ولایت کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ اُن کی ولایت حق کی ولایت ہے' اُن کی خلافت حق کی خلافت ہے۔

ہمیں برائے نام آپؑ کا اتباع نہیں کرنا چاہئے بلکہ نظری اور فکری لحاظ سے بھی آپؑ کا پیرو ہونا چاہئے۔ کیونکہ حضرت علیؑ نے ہمیں وہ علم دیا ہے جو رسولؐ کا علم ہے۔ جب دنیا آپؑ کے افکار اور علم کا ذکر کرتی ہے' تو عقیدت سے اس کا سر جھک جاتا ہے۔ آپؑ نے دنیا کو قرآن اور رسولؐ کا جو علم دیا ہے وہ اس سے ہمیشہ استفادہ کرے گی' اسی طرح دنیا میں ابھرنے والی اسلامی تحریکیں بھی آپؑ کی فکر سے فیض اٹھاتی رہیں گی۔ کیونکہ یہ وہ علم ودانش ہے جس نے ہمارے سامنے بہت سے لائحۂ عمل اور راستے رکھے ہیں' جو اسلامی مقاصد کو آگے بڑھانے کے دوران ہمارے کام آئیں گے۔

حضرت علیؑ کی وصیت

حضرت علیؑ نے اپنے دونوں فرزندوں حسنؑ اور حسینؑ کی طرف رخ کیا اور اُن کے ساتھ اپنے تمام بیٹوں کو اور ہر اُس شخص کو مخاطب قرار دیا جس تک یہ وصیت پہنچے۔ ہم بھی اُنھی لوگوں میں سے ہیں جن تک یہ وصیت پہنچی ہے۔

آپؑ انسان کے سامنے ایک دستورِ عمل رکھنا چاہتے تھے' اور یہ بتانا چاہتے تھے کہ اُس کا خود اپنے آپ' اپنے رب اور دوسرے انسانوں کے ساتھ کیا طرزِ عمل ہونا چاہئے۔

یہ وصیت امام علیؑ کی زندگی کے خلاصے کی مانند ہے' جس میں آپؑ کے وہ اسلامی تجربے بھی شامل ہیں جو آپؑ نے رسولؐ کے ساتھ تبلیغِ اسلام کے آغاز سے حاصل کئے

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

تھے اور ہر وہ چیز بھی موجود ہے جس سے لوگوں کو سامنا ہوتا ہے' یہاں تک کہ آپؑ کی حیاتِ مبارک کا آخری لمحہ بھی ہے۔ یہ وصیت دو حصوں میں تقسیم ہوئی ہے:

۱۔ عمومی وصیت: اس میں عبادات و معاملات کے اہم پہلو شامل ہیں۔

۲۔ خصوصی وصیت: اس میں آپؑ کے قاتل سے قصاص لینے اور آپؑ کی شہادت کے بعد اولادِ عبدالمطلب کے فرائض بیان ہوئے ہیں اور یہ بات بھی شامل ہے کہ ممکن ہے اس حق سے اسلامی معاشرے میں غلط فائدہ اٹھایا جائے۔

☆☆☆☆☆

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

عمومی وصیت

"اُوصِیْکُمَا بِتَقْوَی اللّٰہِ."

"میں تم دونوں کو خدا سے ڈرتے رہنے کی وصیت کرتا ہوں۔"

حضرت علی علیہ السلام نے حسنینؑ کو اس لئے مخاطب قرار دیا ہے کہ یہ دونوں امام ہیں اسلام کی زمام انھی کے ہاتھوں میں ہے یہ دونوں اپنے اپنے مواقع پر اس اسلامی وصیت پر عمل کریں گے۔ اس وصیت کا اسلامی اصولوں پر مبنی ہونا حضرت علیؑ کی عظمت سے تعلق رکھتا ہے جیسا کہ آگے چل کر اس کے الفاظ سے واضح ہوگا۔

تقویٰ کی وصیت آپؑ نے اس لئے کی ہے کہ انبیاؑ نے بھی اس کی وصیت کی ہے ور خداوند عالم نے بھی قرآنِ مجید میں تقویٰ کی وصیت کی ہے فرماتا ہے:

"وَ تَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَیْرَ الزَّادِ التَّقْوٰی وَ اتَّقُوْنِ یٰاُولِی الْاَلْبَابِ."

"اپنے لئے زادِ راہ فراہم کر لو کہ بے شک بہترین زادِ راہ تقویٰ ہے اور اے صاحبانِ عقل! مجھ سے ڈرو۔" (سورۂ بقرہ ۲۔ آیت ۱۹۷)

حضرت علیؑ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا:

"اُوْصِیْکُمْ عِبَادَاللّٰہِ بِتَقْوَی اللّٰہِ. فَاِنَّھَا خَیْرُمَا تَوَاصَی الْعِبَادُ بِہٖ خَیْرُعَوَاقِبِ الْاُمُوْرِ عِنْدَاللّٰہِ."

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

"خدا کے بندو! میں تمہیں تقویٰ اور پرہیزگاری کی وصیت کرتا ہوں، کیونکہ جن چیزوں کی بندے ایک دوسرے کو وصیت کرتے ہیں اُن میں تقویٰ سب سے بہتر اور خدا کے نزدیک ہر چیز کے نتیجے سے برتر ہے۔"

(نہج البلاغہ۔ خطبہ ۱۷۱)

تقویٰ کی تفسیر کے بارے میں امام جعفرصادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا:

"اَن لا یفقدک اللّٰہ حیث امرک، ولا یراک حیث نہاک"

"خدا تمہیں اُس جگہ سے غائب نہ دیکھے جہاں ہونے کا اُس نے حکم دیا ہے اور اُس جگہ موجود نہ پائے جہاں رہنے سے اُس نے منع کیا ہے۔"

(بحار الانوار۔ ج ۷۰۔ ص ۲۸۵۔ ح ۸)

☆☆☆

"وَاَنْ لَا تَبْغِیَا الدُّنْیَا وَاِنْ بَغَتْکُمَا."

"اور دنیا کی طرف مائل نہ ہونا، خواہ وہ تمہاری طرف مائل ہو۔"

دنیا کی طرف میلان ورجحان پیدا نہ کرنے کے معنی یہ نہیں ہیں کہ ہم دنیا سے اپنی ضرورتیں بھی پوری نہ کریں، کیونکہ دنیا وہ جگہ ہے جسے ہمیں خدا کے پسندیدہ اصولوں کے مطابق چلانا ہے اور اسے ایسی سمت پر لگانا ہے جس سے لوگ امن وسلامتی کی زندگی گزار سکیں اور روئے زمین پر اسے چھوٹی سی جنت بنا سکیں تاکہ وہ اس جنت میں "اِخْوَانًا عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ." (وہ بھائیوں کی طرح آمنے سامنے تخت پر بیٹھے ہوں گے۔ سورۂ حجر ۱۵۔ آیت ۴۷) دوسرے مومنوں کی طرف سے اپنے دلوں میں حسد اور کینہ نہ رکھیں۔

لیکن یہ اسی وقت ہوسکتا ہے جب ہم محض دنیا کے حصول کو ساری کی ساری کامیابی اور دنیا سے محرومی کو ساری کی ساری ناکامی نہ سمجھیں۔ کیونکہ دنیا ہمارے سفر کی انتہا نہیں

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

ہے۔ خداوند عالم نے قارون کی قوم کا ایک قول نقل کر کے ہمیں اس دنیا' اسکی لذتوں اور اسکی ضرورتوں کی تکمیل کے لئے ایک بہترین دستورِ عمل عطا کیا ہے۔ جب قارون سج دھج کر اپنی قوم کے سامنے آیا تو انھوں نے کہا:

"وَ ابْتَغِ فِيْمَآ اٰتٰکَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَ لَا تَنْسَ نَصِيْبَکَ مِنَ الدُّنْيَا وَ اَحْسِنْ کَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْکَ ."

"اور جو کچھ خدا نے دیا ہے اس سے آخرت کے گھر کا انتظام کرو اور دنیا میں اپنا حصہ بھول نہ جاؤ اور نیکی کرو جس طرح کہ خدا نے تمہارے ساتھ نیک سلوک کیا ہے۔" (سورۂ قصص ۲۸۔ آیت ۷۷)

خدا نے انسان کو دنیا میں جو کچھ عطا کیا ہے اس کی غرض وغایت آخرت ہے۔ اور کسی عمل کے آخرت کے لئے ہونے کا معیار اُس کا عنوان' اُس کا باطن اور اُس کا مقصد ہوتا ہے۔ پس اگر عمل کا مقصد خدا کی رضا وخوشنودی ہے' تو اس عمل کا عنوان خدا کی رضا ہی ہے اور اس کا مقصد آخرت میں بلند درجہ حاصل کرنا ہے اور اس کا سلسلہ ان عظیم اقدار سے جاملتا ہے جو انسان کی مصلحتوں سے تعلق رکھتی ہیں۔ اس صورت میں ہر عمل اُخروی ہوگا خواہ اُس کی صورت مادّی اور دنیوی ہی کیوں نہ ہو۔

لیکن اگر عمل کی بنیاد اور غرض دنیوی ہو' اس کا مقصد دنیوی لذتوں اور شہوتوں میں غرق ہونا ہو' اپنی انانیت کی تسکین اور امتیازات کا حصول ہو' تو ایسا عمل دنیوی عمل ہے' خواہ اس کی صورت روحانی اور اُخروی ہی کیوں نہ ہو۔ یہی حال بعض ایسے نیک اعمال کا بھی ہوتا ہے جو خدا کی خوشنودی کے لئے انجام نہیں دیئے جاتے' بلکہ فانی غرض کے لئے کئے جاتے ہیں' جیسے وہ نماز جو لوگوں کی مدح وستائش اور داد وتحسین حاصل کرنے کے لئے پڑھی جاتی ہے۔

جب انسان آخرت کے راستے پر چلتا ہے' تو اس کو یہ حق پہنچتا ہے کہ اپنے مال کو اپنی حاجتوں' خواہشوں اور ذاتی لذتوں میں خرچ کرے۔ کیونکہ اسکے مادّی جسم کی خصوصیت

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

اس پر لازم کرتی ہے کہ وہ اسکی بقااور حفاظت کے لئے اس کی ضرورت کی ہر چیز فراہم کرے اوراس کی راحت کے اسباب مہیا کرے۔

اس آیت کی روشنی میں ہمارے سامنے اسلام کی یہ متوازن پالیسی آتی ہے جو کہتی ہے کہ انسان اپنے بدن اور روح دونوں کے تقاضوں میں اعتدال سے کام لے۔اس کا یہ طرزِ عمل اس بات کی ضمانت ہے کہ وہ آخرت میں خدا کی رضا ورحمت کے سائے میں جنّتی نعمتوں سے مستفید ہوگا۔

حضرت علیؑ نے ہمیں ایک اہم نقطے سے آگاہ کیا ہے' اور وہ یہ ہے کہ جب دنیا خود کو انسان کے سامنے پیش کرتی ہے' تو وہ انسان سے محبت نہیں کرتی' بلکہ یہ انسان کا امتحان ہوتا ہے۔اسی چیز کو خداوند عالم نے اپنی کتاب میں بیان فرمایا ہے:

"لِيَبْلُوَنِيْٓ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ."

"وہ میرا امتحان لینا چاہتا ہے کہ میں اس کا شکریہ ادا کرتا ہوں یا کفرانِ نعمت کرتا ہوں۔" (سورۂ نمل ۲۷۔آیت ۴۰)

نیز فرماتا ہے:

"فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ وَ نَعَّمَهٗ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَكْرَمَنِ وَ اَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلٰهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَهَانَنِ كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ."

"لیکن انسان کا حال یہ ہے کہ جب خدا نے اسے عزت اور نعمت دے کر آزمایا' تو وہ کہنے لگا کہ میرے پروردگار نے مجھے عزت بخشی ہے' اور جب آزمائش کے لئے اسکی روزی کو تنگ کردیا' تو وہ کہتا ہے کہ میرے پروردگار نے میری توہین کی ہے' ایسا ہرگز نہیں ہے۔" (سورۂ فجر ۸۹۔آیت ۱۵تا ۱۷)

اس سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ خدا کی نظر میں مال ودولت کو بڑی قدر ومنزلت حاصل نہیں ہے' جس طرح انسان اسے قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔کیونکہ خدا نے کافروں کو

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

بھی مال عطا کیا ہے جبکہ اپنے بعض دوستوں کو اس سے محروم رکھا ہے۔

اصل بنیاد یہ ہے کہ انسان اپنی شرعی اور ایمانی ذمے داری پوری کرنے کے لئے عملی سمت میں قدم اٹھائے اور مال کو ان جگہوں پر خرچ کرے جنہیں خدا پسند کرتا ہے۔ کیونکہ خدا سے انسان کے قریب اور دور ہونے کا معیار مال کی فراوانی نہیں ہے، بلکہ اصل معیار عمل ہے۔ جیسا کہ ارشادِ باری ہے:

"اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ."

"بے شک خدا کے نزدیک تم میں سے زیادہ محترم وہی ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔" (سورۂ حجرات ۴۹۔ آیت ۱۳)

پس خدا کی بخشش وعطا عزت وسرفرازی نہیں ہے اور نہ ہی اس کا ابتلا میں ڈالنا اور نہ ہی روزی تنگ کرنا اور اہانت وذلت سے گزارنا سرفرازی وقربت کا معیار ہے۔ بلکہ اصل معیار اپنی ذمے داری ادا کرتے ہوئے حکمت کے راستے پر چلنا ہے۔

☆☆☆

"وَلَا تَأْسَفَا عَلٰی شَیْءٍ مِنْهَا زُوِیَ عَنْکُمَا."

"اور دنیا کی جو چیز تم سے روک لی جائے اس پر افسوس نہ کرنا۔"

اہلِ دنیا کا مزاج یہ ہے کہ وہ نفع اور نقصان کے اسباب کے بارے میں فکرمند رہتے ہیں۔

حضرت علیؑ ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

"اَلزُّهْدُ کُلُّهٗ بَیْنَ کَلِمَتَیْنِ مِنَ الْقُرْاٰنِ: قَالَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ: لِکَیْلَا تَاْسَوْا عَلٰی مَا فَاتَکُمْ وَ لَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰکُمْ. (سورۂ حدید ۵۷. آیت ۲۳) وَمَنْ لَمْ یَاْسَ عَلَی الْمَاضِیْ وَلَمْ یَفْرَحْ بِالْاٰتِیْ فَقَدْ اَخَذَ الزُّهْدَ بِطَرَفَیْهِ."

'زہد کی مکمل تعریف قرآن کے دو جملوں میں ہے۔ خداوند عالم فرماتا ہے: جو

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

چیز تمہارے ہاتھ سے نکل جائے اس کا غم نہ کرو اور جو چیز تمہارے ہاتھ آئے اُس پر اِتراؤ نہیں۔ لہٰذا جو شخص ہاتھ سے نکل جانے والی چیز پر افسوس نہیں کرتا اور ہاتھ آنے والی چیز پر اِتراتا نہیں' اُس نے زہد کو دونوں اطراف سے سمیٹ لیا ہے۔" (نہج البلاغہ۔ کلماتِ قصار ۴۳۹)

نفع اور نقصان دونوں ہی حالات کے تابع ہوتے ہیں۔ اس فکر اور قرآنی حقیقت کو ہم نے رات دن' نور و ظلمت اور تاریکی و روشنی سے تشبیہ دی ہے۔ انسان فطری طور پر اندھیرے میں گھٹن اور روشنی میں فرحت و نشاط محسوس کرتا ہے۔ کیا ہم تعزیتی جلسے کے لئے رات ہی کا وقت مقرر کرتے ہیں؟ اور کیا جشنِ مسرت دن ہی میں مناتے ہیں؟ یہ بات واضح ہے کہ جب ہمارے افق پر سورج طلوع ہوتا ہے' تو دن ہوتا ہے اور جب غروب ہوتا ہے تو رات ہوتی ہے۔

لہٰذا اگر آپ کو کبھی کوئی نقصان پہنچے' تو آپ مایوس ہو کے بیٹھ نہ جائیں' گھٹنے نہ ٹیک دیں' بلکہ اس نقصان کے اسباب کا سراغ لگائیں تاکہ مستقبل میں خسارے سے دوچار نہ ہوں۔ اور اسی طرح جب آپ کو فائدہ پہنچے' تو اس پر اِترائیے نہیں۔ ہاں' اس فائدے کے اسباب کا پتا لگائیں' تاکہ مستقبل میں اور زیادہ فائدہ حاصل کر سکیں۔

حضرت علی علیہ السلام' ابن عباس کے نام ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں:

"اَمَّا بَعْدُ. فَاِنَّ الْمَرْءَ لَيَفْرَحُ بِالشَّيْءِ الَّذِیْ لَمْ يَكُنْ لِيَفُوْتَه' وَيَحْزَنُ عَلَى الشَّيْءِ الَّذِیْ لَمْ يَكُنْ لِيُصِيبَه. فَلا يَكُنْ اَفْضَلُ مَا نِلْتَ فِي نَفْسِكَ مِنْ دُنْيَاكَ بُلُوْغَ لَذَّةٍ اَوْ شِفَآءَ غَيْظٍ' وَلٰكِنْ اِطْفَآءَ بَاطِلٍ اَوْ اِحْيَاءَ حَقٍّ . وَلْيَكُنْ سُرُوْرُكَ بِمَا قَدَّمْتَ' وَاَسَفُكَ عَلٰى مَا خَلَّفْتَ' وَهَمُّكَ فِيْمَا بَعْدَ الْمَوْتِ ."

"انسان کبھی اس چیز کو پا کر خوش ہونے لگتا ہے جو اس کے ہاتھ سے جانے والی تھی ہی نہیں' اور اس چیز کی وجہ سے رنجیدہ ہوتا ہے جو اسے ملنے والی تھی

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

ہی نہیں۔ لہٰذا لذت کا حصول اور انتقام کی آگ کو ٹھنڈا کرنا ہی تمہاری نظر میں دنیا کی بہترین نعمت نہ ہو۔ بلکہ باطل کو مٹانا اور حق کو زندہ کرنا (تمہاری نظر میں بہترین نعمت) ہو اور تمہاری خوشی اس سرمائے پر ہونی چاہیے جو تم نے آخرت کے لئے فراہم کیا ہے اور تمہیں اس مال پر افسوس کرنا چاہیے جسے تم صحیح جگہ خرچ کئے بغیر چھوڑے جا رہے ہو۔ تمہاری ساری فکر موت کے بعد کے بارے میں ہونی چاہیے۔" (نہج البلاغہ۔ مکتوب ٦٦)

☆☆☆

"وَقُوْلَا بِالْحَقِّ."

"اور جو بھی کہنا حق کے لئے کہنا۔"

ہر موقع پر تمہیں حق بات کہنی چاہیے۔ عقیدے میں، شریعت میں، ذاتی تعلقات میں، سیاست میں، اجتماعیات میں، اقتصاد میں، امن و سلامتی کے معاملات میں، الغرض زندگی کے ہر معاملے میں حق تمہارے پیشِ نظر ہونا چاہیے۔ کیونکہ خداوند عالم نے کائنات کو حق کی بنیاد پر خلق کیا ہے، اور اللہ رب العزت انسان سے چاہتا ہے کہ وہ اپنے ارادے کو اس طرح حق سے آراستہ کرے کہ زندگی کے ہر ہر گوشے میں اس کا طرزِ عمل حق پر مبنی ہو۔

اسی بات کی تاکید انسان کے دوسروں کے ساتھ تعلقات اور روابط کے بارے میں بھی کی گئی ہے۔ انسان کو چاہیے کہ دوسروں کے ساتھ ربط و ضبط میں ہمیشہ حق کو مدنظر رکھے، دوسروں کے حقوق کی ادائیگی کے معاملے میں بھی اور اعلیٰ روحانی اقدار پر ایمان کے معاملے میں بھی ہمیشہ حق اسکے پیشِ نظر ہو۔ اور وہ ان اخلاقی اصولوں پر عمل کے معاملے میں بھی ہمیشہ حق پر کاربند رہے جن پر انسان کی انسانیت کا دارومدار ہوتا ہے۔ نیز اسلام کے ان اصولوں پر عمل کے معاملے میں بھی ہمیشہ حق اسکے پیشِ نظر ہو جو تمام تر متغیر حالات میں ایک ثابت اور مستقل اصول کی حیثیت رکھتے ہیں۔

☆☆☆

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

"وَاعْمَلاَ لِلْاَجْرِ."

"اور جو کچھ کرنا ثواب کے لئے کرنا۔"

آپ کے عمل سے آپ کو حاصل صلاحیتوں اور قوتوں کا اظہار ہوتا ہے۔ فرائض کی ادائیگی اور لوگوں کی خدمت کے اعتبار سے آپ میں مختلف صلاحیتیں اور قوتیں پائی جاتی ہیں۔ آپ کے پاس عقل کی قوت ہے، دل کی طاقت ہے، گویائی کی قوت ہے، دیکھنے کی طاقت ہے اور دوسرے اعضا کی طاقت ہے۔ یہاں امامؑ ایک فکر دینا چاہتے ہیں اور وہ یہ کہ خدا نے ہر عمل کے لئے ایک ثواب رکھا ہے اور انسان جو کام بھی خدا کے لئے انجام دیتا ہے اُس کا اجر وثواب خدا کے پاس محفوظ ہوتا ہے۔

تربیتی لحاظ سے یہ مسئلہ انتہائی اہمیت رکھتا ہے۔ کیونکہ اس سے انسان کو یہ شعور ملتا ہے کہ وہ اپنے انجام دیئے ہوئے ہر عمل کے ذریعے خدا سے رابطہ رکھ سکتا ہے اور وہ جو بھی کرتا ہے اسے اس کا صلہ ملتا ہے۔ اسی طرح جیسے انسان یہ سمجھتا ہے کہ مجھے فلاں شخص کے سبب رزق ملتا ہے، کیونکہ وہ اس کے یہاں کام کرتا ہے اور وہ اسے اس کام کی اجرت دیتا ہے۔ پس یہ اس شخص سے جڑ جاتا ہے، اس سے مربوط رہتا ہے۔ یا جو شخص کسی کمپنی یا ادارے میں کام کرتا ہے وہ ہمیشہ یہی سوچتا ہے کہ اسے زیادہ سے زیادہ نفع بخش کام ملے۔ بہت سا وقت اس طرح بیت جاتا ہے کہ جس میں کوئی ایسا کام انجام نہیں دیا جاتا جس کا خدا کے یہاں کوئی اجر وثواب مل سکے۔ پس ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم خدا سے اجر وثواب حاصل کرنے کے لئے کام کریں، تاکہ ہم عذاب سے امان میں رہیں اور خواہ ہمیں جنت میں صرف ایک ہی کمرہ مل سکے۔ پس ہمیں اس سے کہیں زیادہ کوشش کرنی چاہیے جتنی ہم دنیا میں ایک فلیٹ کے حصول کے لئے کرتے ہیں۔

لیکن مشکل مسئلہ یہ ہے کہ جب کسی شخص کو نمازِ جمعہ و جماعت کی طرف دعوت دی جاتی ہے اور اسکے سامنے نمازِ جماعت کی اہمیت بیان کرتے ہوئے یہ حدیث بیان کی جاتی ہے کہ: "جب نمازِ جماعت میں دس سے زیادہ آدمی شریک ہوتے ہیں، تو اس کا اتنا ثواب

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

ہوتا ہے جسے خدا کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں جانتا۔'' تب بھی اس شخص کے سر پر دنیاوی کام ہی سوار رہتے ہیں اور بسا اوقات وہ شب باشی اور کھیل تماشے وغیرہ ہی میں مشغول رہتا ہے اور نمازِ جمعہ قائم ہوجاتی ہے جس کا عظیم ثواب بیان ہوا ہے۔

ایک شخص نے امام جعفر صادقؑ سے اور آپؑ نے اپنے والد سے اور انھوں نے اپنے جد سے روایت کی ہے کہ انھوں نے فرمایا: ایک اعرابی رسولؐ کی خدمت میں حاضر ہوا جسے قلیب کہا جاتا تھا۔ اس نے رسولؐ کی خدمت میں عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ! میں نے مختلف طریقوں سے حج کا ارادہ کیا، لیکن مجھے نصیب نہ ہوسکا۔ تو رسولؐ نے فرمایا: یا قلیب! علیک بالجمعة فانها حج المساکین. (اے قلیب! تم نمازِ جمعہ پڑھا کرو، کیونکہ نمازِ جمعہ مفلسوں کا حج ہے۔ وسائل الشیعہ۔ج ۷۔ص ۳۰۰۔ح ۱۷)

ایک دوسری روایت میں آیا ہے کہ کچھ یہودی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انھوں نے آپؐ سے سات خصلتوں کے بارے میں سوال کیے۔ آپؐ نے فرمایا: اما یوم الجمعة فیومٌ یجمع اللّٰه فیه الاوّلین و الآخرین. فما من مؤمن مشیٰ فیه الی الجمعة الّا خفّف اللّٰه عنه اهوال یوم القیامة، ثمّ یؤمر به الی الجنة. (اللہ تعالیٰ جمعے کے دن اوّلین وآخرین کو جمع کرتا ہے۔ پھر جو مومن نمازِ جمعہ میں شرکت کرتا ہے، خدا اسے روزِ قیامت کے خوف سے امان میں رکھتا ہے اور اسے جنت میں جانے کا حکم دیتا ہے۔ وسائل الشیعہ۔ج ۷۔ص ۲۹۸۔ح ۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے کہ آپؐ نے فرمایا: مَن اتی الجمعة ایماناً و احتساباً استانف العمل. (جو شخص نمازِ جمعہ میں ایمان اور اپنے گزشتہ گناہوں پر پشیمانی کے ساتھ حاضر ہوتا ہے اس کا عمل ازسرِنو شروع ہوتا ہے۔ وسائل الشیعہ۔ج ۷۔ص ۲۹۸۔ح ۱۰)

یعنی اس کے گزشتہ گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں۔ اس حدیث سے بھی پہلے قولِ خداوندی ہے:

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

"یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِكْرِ اللّٰهِ وَ ذَرُوا الْبَیْعَ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ."

"اے ایمان والو! جب تمھیں جمعے کے دن نماز کے لئے پکارا جائے تو ذکرِ خدا کی طرف دوڑ پڑو اور کاروبار بند کردو یہی تمہارے حق میں بہتر ہے اگر تم جاننے والے ہو۔" (سورۂ جمعہ ۶۲۔ آیت ۹)

ان تمام باتوں کے علاوہ یہ بحث اپنی جگہ باقی ہے کہ نمازِ جمعہ واجب ہے یا مستحب؟ یہ واجبِ تخییری ہے یا واجبِ تعیینی؟

فرض کیجیے نمازِ جمعہ واجب نہیں ہے۔ لیکن اگر کوئی یہ کہے کہ مثلاً جو بھی نمازِ جمعہ پڑھے گا اسے ہزار روپے دیئے جائیں گے، تو کیا مسجد میں تل دھرنے کی بھی جگہ رہے گی؟

سلام کے بارے میں حدیث میں آیا ہے کہ: للسلام سبعون حسنة تسع وستون للمبتدی و واحدة للراد. (سلام کی ستر نیکیاں ہیں، انہتر سلام کرنے والے کے لئے اور ایک جواب دینے والے کے لئے ہے۔ بحارالانوار۔ ج ۷۸۔ ص ۱۲۰۔ ح ۱۷)

مگر افسوس! ہم میں سے بہت سے لوگ "السلام علیکم" کہنے میں شرم محسوس کرتے ہیں، جبکہ جنت والے سلام کرنے میں کسی قسم کی پشیمانی محسوس نہیں کریں گے۔ جیسے کہ خداوند عالم نے فرمایا ہے: تَحِیَّتُهُمْ یَوْمَ یَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ. (سورۂ احزاب ۳۳۔ آیت ۴۴)

بالکل اسی طرح جیسے عربی میں "صباح الخیر" کہا جاتا ہے یا دوسری زبانوں میں خوش آمدید اور مرحبا کہا جاتا ہے، مختلف تہذیبوں میں اس مقصد کے لئے طرح طرح کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔ ہم ملاقات کے موقع پر اظہارِ خیر سگالی کے لئے کسی خاص لفظ کے استعمال کے بارے میں تعصب سے کام نہیں لیتے، لیکن ایسے موقع پر ادا کئے جانے والے جس لفظ کا سرچشمہ ہمارا ایمان ہو، ضروری ہے کہ ہم اسی لفظ کو اپنی روزمرہ ملاقاتوں میں استعمال کریں اور اسے اپنے ایمان کا جز سمجھیں۔

جو عمل اجر و ثواب کے لئے انجام دیا جاتا ہے، وہ انسان کو آخرت سے جوڑ دیتا

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

کیونکہ اس کی نیت اور جذبہ خدا پر آشکارا ہوتا ہے۔ وہ خدا کی رضا کے حصول میں سرگرداں ہے۔ اس طرح اس کی دنیا آخرت میں بدل جاتی ہے اور عمل کا مادّہ بھی بدل جاتا ہے۔ مادّی عناصر روحانی عناصر میں تبدیل ہوجاتے ہیں' یہ عمل خدا کے یہاں ذخیرہ ہوجاتا ہے' اس کے ذریعے ثواب حاصل ہوتا ہے اور اسکے عذاب میں کمی واقع ہوتی ہے۔ شاید خداوند عالم کا یہ قول: وَ ابْتَغِ فِيمَآ اٰتٰكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ. (اور جو کچھ خدا نے دیا ہے اس سے آخرت کے گھر کا انتظام کرو۔ سورۂ قصص ۲۸۔ آیت ۷۷) اسی طرف اشارہ کرتا ہے۔

شاید وصیت کے اس جملے کا مقصد یہی ہے کہ وہ انسان کو خدا سے غافل نہیں ہونے دیتا' باوجودیکہ وہ دنیا کے کاموں میں منہمک رہتا ہے۔ کیونکہ وہ خدا سے تعلق کے نتائج وحالات کو جانتا ہے' اور خدا کے جود وکرم کا متمنی ہوتا ہے۔

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت علیؑ اپنی وصیت کے اس جملے میں اس بات پر زور دیتے ہیں کہ ہم اپنے تمام اعمال میں خدا کے ثواب کو ملحوظ رکھیں' اور خدا سے کی جانے والی تجارت انتہائی نفع بخش تجارت ہے۔ خود خداوندِ عالم فرماتا ہے: مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا (جو کوئی بھی نیکی کرے گا اسے دس گنا اجر ملے گا۔ سورۂ انعام ۶۔ آیت ۱۶۰)

☆☆☆

"وَ كُوْنَا لِلظَّالِمِ خَصْمًا وَلِلْمَظْلُوْمِ عَوْنًا."

"اور ظالم کے دشمن اور مظلوم کے مددگار رہنا۔"

انسان کا ہر عمل اسی دستور کے مطابق انجام دیا جانا چاہئے۔ خواہ سیاسی معاملہ ہو یا سماجی یا اقتصادی' خواہ عام کام ہو یا خاص۔

ظالم چھوٹا ہو یا بڑا' دونوں کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ چاہے سیاست میں ظالم ہو یا اجتماعی واقتصادی زندگی میں' چاہے گروہی سطح کا ظالم ہو یا تنظیمی سطح کا' چاہے اپنے بچوں اور بیوی کے حق میں ظالم ہو یا اہلِ محلّہ اور ہمسایوں کے حق میں ظالم۔

ظلم کے سلسلے میں اسلام کا دستور یہ ہے کہ انسان ظلم سے یکسر دور رہے' ظالم سے قطع

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

تعلق کرے اور اس سے کوئی واسطہ نہ رکھے۔ خداوندِ عالم فرماتا ہے:

"وَ لَا تَرْکَنُوْٓا اِلَی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّکُمُ النَّارُ."

"اور خبردار تم لوگ ظالموں کی طرف جھکاؤ اختیار نہ کرنا کہ جہنم کی آگ تمھیں چھو لے گی۔ (سورۂ ہود ۱۱۔ آیت ۱۱۳)

اگر آپ کے حالات آپ کو ظالم سے تعلقات رکھنے پر مجبور کرتے ہوں' تو اس صورت میں یا تو آپ اس کی تائید و نصرت کریں گے یا اس کے لئے جنگ کریں گے' لوگوں سے بغض و عداوت رکھیں گے۔ اسلامی نقطۂ نظر سے لوگوں کے ساتھ معاملات اور تعلقات میں ان چیزوں کی ہرگز گنجائش نہیں ہے۔

ظالم اور مظلوم کے معاملے میں انسان کو غیر جانبدار نہیں ہونا چاہئے۔ اس کا موقف اثباتی ہونا چاہئے۔ ظالم سے کم از کم اتنی بیزاری اختیار کرے جتنا امکان ہو۔ اگر عملی طور پر ممکن ہو تو اسے ظلم سے روکے' تاکہ وہ ظلم نہ کر پائے' یا زبان سے اس کی مخالفت کرے' اور زبان کے ذریعے اسے ظلم سے روکے' یا دل سے اس کی مخالفت کرے اور ظالم سے قطع تعلق کرے۔ اپنی نگاہوں کے ذریعے اس سے بیزاری کا اظہار کرے' یا اس سے ایسا سلوک کرے کہ وہ سمجھ لے کہ یہ اس کے فعل سے راضی نہیں ہے۔ حدیث میں آیا ہے:

"مَن رای منکم منکراً فلینکر بیده ان استطاع 'فان لم یستطع فبلسانه' فان لم یستطع فبقلبه' فحسبه ان یعلم اللّٰه من قلبه انه لذلک کاره."

"تم میں سے جو شخص کسی ظالم کو ظلم کرتا ہوا دیکھے' اُسے چاہئے کہ اپنے ہاتھ سے ظلم کو روکے۔ اگر یہ ممکن نہ ہو تو زبان سے' یہ بھی نہ ہو سکے تو دل میں اس سے بیزاری اختیار کرے اور دلی بیزاری کے لئے اتنا کافی ہے کہ خدا یہ جان لے کہ تم اس سے بیزار ہو۔" (وسائل الشیعہ۔ ج ۱۶۔ ص ۱۳۵۔ ح ۳)

اِس کے برخلاف ہمیں قول و فعل کے ذریعے یا روحانی اشتراک کے ذریعے مظلوم کی

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

مدد کرنی چاہئے۔ مظلوم خواہ کوئی ایک شخص ہو یا جماعت' قبیلہ ہو یا پوری امت وملت۔ حضرت امام زین العابدینؑ کی دعا میں آیا ہے:

"اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَعْتَذِرُ اِلَیکَ مِنْ مَظْلُومٍ ظُلِمَ بِحَضْرَتِی فَلَمْ اَنْصُرْهُ."

"پروردگار! میں تجھ سے اس بات پر معذرت چاہتا ہوں کہ میرے سامنے کسی مظلوم پر ظلم کیا گیا ہو اور میں اس کی مدد نہ کرسکا ہوں۔"

(صحیفۂ سجادیہ۔ دعا ۳۸)

یعنی اگر کوئی دیکھے کہ ایک شخص دوسرے شخص کو ناحق مار رہا ہے اور وہ اسے روکنے پر قادر بھی ہو' لیکن وہ عافیت طلبی کی وجہ سے مارنے والے کو نہ روکے۔

جن لوگوں نے حضرت علی علیہ السلام پر ظلم ہوتے ہوئے دیکھا اور غیر جانب دار رہے' یا انھوں نے آپؑ پر ظلم کرنے والوں کا ساتھ دیا' یا آپؑ کے اور معاویہ کے درمیان ہونے والی جنگ میں گوشہ نشین رہے' حالانکہ اس جنگ کے ذریعے معاویہ نے آپؑ کے حق میں ظلم کیا تھا' کیونکہ آپؑ شریعتِ اسلامیہ پر عمل کررہے تھے' اسے نافذ کررہے تھے۔ حضرت علیؑ نے ان لوگوں کے بارے میں فرمایا تھا:

"خَذَلُوا الْحَقَّ وَلَمْ یَنْصُرُوا الْبَاطِلَ."

"ان لوگوں نے حق کو چھوڑ دیا اور باطل کی بھی مدد نہ کی۔"

(نہج البلاغہ۔ کلماتِ قصار ۱۷)

یہ صحیح ہے کہ انھوں نے حق کے خلاف جنگ میں باطل کا ساتھ نہیں دیا' لیکن باطل کے خلاف حق کی مدد بھی نہیں کی۔ اپنے اس طرزِ عمل کی وجہ سے وہ باطل کے لئے قوت بن گئے اور حق کو اپنی قوت سے محروم رکھا۔ اس طرح انھوں نے ظالم کو مظلوم پر فتح یابی کا موقع فراہم کیا۔

یہاں ایک نکتہ اور ہے جو ان لوگوں سے متعلق ہے جو ظالموں کے گروہ میں ہوتے ہیں' ان کے مددگار اور حمایتی ہوتے ہیں' انتخابات میں اپنی نعرے بازی کے ذریعے اُن کا

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

ساتھ دیتے ہیں، اُن کے جلسوں اور میٹنگوں میں شریک ہوتے ہیں اور اس طرح ظالموں کو تقویت پہنچاتے ہیں۔

بہر حال، ظالم کوئی بھی ہو، ان میں سے ہر ایک کا دوسرے سے ربط ہوتا ہے، اگرچہ بذاتِ خود وہ ایک فرد ہوتا ہے، دوسرے لوگوں کی مانند عام طاقت کا مالک ہوتا ہے، لیکن میری، آپ کی اور دوسرے لوگوں کی تائید اس کی قوت میں اضافہ کردیتی ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ ان لوگوں کی طاقت سے ظالم بنتا ہے جو اس کی مدد کرتے ہیں۔

چنانچہ جن لوگوں نے اسے قوی بنایا ہے، وہ گویا اس کی قوت میں شریک ہیں، اور نتیجے میں اس کے ظلم میں بھی شریک ہیں۔ پس ظالم لوگوں کے لئے نعرے بازی اور اُن کی مدد کرکے یہ لوگوں پر ظلم کے مرتکب ہوتے ہیں۔ منقول ہے کہ بنی امیہ کو اگر مددگار اور طرفدار نہ ملتے، تو وہ ہرگز اہلِ بیتؑ کا حق غصب نہ کرپاتے۔ بنی امیہ دوسرے قبائل کی طرح ایک قبیلہ تھا، اسے اہلِ بیتؑ اور امام حسینؑ پر ظلم اور انھیں قتل کرنے کی طاقت اُن ہی لوگوں سے ملی تھی جنھوں نے اِس کی مدد اور حمایت کی تھی۔

جو شخص ظالم کے لئے عذر تراشی کرے، اُس کے بارے میں اہلِ بیتؑ سے نقل ہوا ہے کہ مثلاً وہ کسی کے بارے میں یہ سنے کہ فلاں نے فلاں کو قتل کردیا، یا اس کا مال چرالیا، یا اس کی صورت کو بگاڑ دیا ہے اور یہ کہے اسے اس کا حق پہنچتا تھا، تو یہ شخص اس ظالم کے منصب اور اس کی چودھراہٹ کا دفاع کررہا ہے۔

”من عذر ظالماً بظلمه سلّط الله عليه من يظلمه فان دعا لم يستجب له ولم ياجره على ظلامتة.“

”جو شخص کسی ظالم کے ظلم کے لئے عذر پیش کرے گا، تو خدا اس پر ایسے شخص کو مسلّط کردے گا جو اس پر ظلم کرے گا۔ اگر وہ دعا مانگے گا تو مستجاب نہ ہوگی اور اس پر ہونے والے ظلم کے عوض اسے ثواب بھی نہیں ملے گا۔“

(اصولِ کافی۔ ج ۲۔ ص ۳۳۴۔ ح ۱۸)

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

حضرت علیؑ سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

"الرَّاضِیُ بِفِعْلِ قَوْمٍ کَالدَّاخِلِ فِیْهِ مَعَهُمْ، وَعَلیٰ کُلِّ دَاخِلٍ فِی بَاطِلٍ اِثْمَان: اِثْمُ الفعل بِهٖ، واِثْمُ الرِّضَابِهٖ."

"جو شخص کسی گروہ کے عمل سے خوش ہوتا ہے، گویا وہ اس عمل میں اس کا شریک ہے۔ اور جو غلط کام میں شریک ہوتا ہے اس کے دو گناہ ہوتے ہیں: ایک اس پر عمل کرنے کا گناہ اور ایک اس پر رضامند ہونے کا گناہ۔"

(نہج البلاغہ۔ کلماتِ قصار ۱۵۴)

اس اصولی مؤقف کے لحاظ سے عالمی استکبار کے حوالے سے ہمیں مخالفانہ مؤقف رکھنا چاہئے۔ لہٰذا عالمی استکبار کے مقابلے میں ہم مخالفانہ مؤقف رکھتے ہیں۔ کیونکہ وہ سیاسی، اقتصادی اور عسکری حوالوں سے لوگوں پر ظلم کرتا ہے۔ اسی طرح صہیونی استکبار کے بارے میں بھی ہم مخالفانہ مؤقف رکھتے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اسرائیل کا وجود غیر قانونی ہے، اس نے فلسطینیوں کو اُن کی سرزمین سے نکالا، اُن پر ظلم کیا، صرف اُن ہی پر نہیں بلکہ فلسطین سے ملحق علاقوں میں رہنے والوں پر بھی ظلم وزیادتی کی۔ امیرالمؤمنینؑ کی اس وصیت کی رو سے جس نے ماضی میں اسلامی دستور اور راہِ عمل کی نشاندہی کی اور مستقبل میں بھی اپنا یہ کردار جاری رکھے گی ہم اسی طرح ہر ظالم کے مقابلے پر کھڑے ہوں گے اور ہر میدان میں اس کا مقابلہ کریں گے۔

☆☆☆

"اُوْصِیْکُمَا وَجَمِیْعَ وَلَدِیْ وَاَهْلِیْ وَمَنْ بَلَغَهٗ کِتَابِیْ بِتَقْوَی اللّٰهِ وَنَظْمِ اَمْرِکُمْ."

"میں تم دونوں کو، اپنی دوسری اولادوں کو، اپنے کنبے کے افراد کو اور جن لوگوں تک میرا یہ نوشتہ پہنچے، اُن سب کو وصیت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرتے رہنا اور اپنے امور کو منظّم رکھنا۔"

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

تمام انبیاؑ نے اللہ سے ڈرنے اور اس کا تقویٰ اختیار کرنے کی وصیت کی ہے۔ اللہ کے تقویٰ کے سبب انسان حکمِ خدا کی اطاعت کرتا ہے اور اسے بجا لاتا ہے اور جن چیزوں سے اُس نے روکا ہے اُن سے باز رہتا ہے۔ یہاں ہمیں یہ بھی نظر آرہا ہے کہ حضرت علیؑ نے تقویٰ اور نظمِ امور کو ایک ساتھ بیان فرمایا ہے۔ یہ اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ امور میں نظم تقویٰ میں سے ہے، تقویٰ کا حصہ ہے۔ کیونکہ خداوندِ متعال امور میں نظم کو پسند کرتا ہے، اس سے خوش ہوتا ہے اور اس کا حکم دیتا ہے۔ پھر امور کے نظم سے ہی معاشروں میں توازن اور تنظیم پیدا ہوتی ہے اور پورا معاشرہ ایک نظمِ عمومی کے ساتھ زندگی بسر کرتے ہوئے لوگوں کے معاشرتی اور ذاتی حقوق کا لحاظ رکھتا ہے۔ اس طرح مسلم اور غیر مسلم افراد ایک منظم معاشرے میں زندگی بسر کرتے ہیں اور ہر ایک اپنی اپنی ذمے داری اور فرض کو پہچانتا ہے، کوئی کسی کے معاملے میں ٹانگ نہیں اڑاتا۔

یہی وجہ ہے کہ معاشرتی نظم ونسق کی حفاظت اور اسے ملحوظ رکھنا ایک شرعی حکم کی حیثیت رکھتا ہے اور لوگوں پر لازم ہے کہ اسکے پابند رہیں۔ یہ معاشرے کے ہر فرد کی ذمے داری ہے۔ کیونکہ یہ معاشرتی استحکام اور اسکے تمام شعبوں میں توازن پیدا کرتا ہے۔ حفظِ نظام اطاعتِ الٰہی ہے، بشرطیکہ اسے خوشنودیٔ خدا کے لئے پیشِ نظر رکھا جائے۔ اور جس کام سے نظام میں خلل واقع ہوتا ہو، وہ شرعاً جرم ہے۔

اس حوالے سے ہم بہت سے لوگوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ اپنی ذہنی تربیت کے سبب اُن چیزوں کی بھی رعایت نہیں کرتے جن کا تعلق خود اُن کی اپنی زندگی سے ہوتا ہے۔ یہی ذہنی تربیت انسان کے لئے اُن چیزوں پر تصرف کو مباح کر دیتی ہے جو رفاہِ عام اور عوام الناس کی خدمت کے لئے ہوتی ہیں۔ اس کے لئے وہ لوگ یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ یہ چیزیں ظالم حکومت کی ہیں اور شریعت کی رو سے ایسی حکومت کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ چنانچہ بعض افراد فقہی نظر کے تحت ان اموال کو مجہول المالک (جس کے مالک کا پتہ نہ ہو) قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حکومت اس طرح مالک وحقدار نہیں ہوتی جس طرح

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

افراد اپنے اموال کے مالک ہوتے ہیں۔

لیکن ہماری رائے اس کے برخلاف ہے۔ فقہی نقطۂ نظر سے ہم اس بات کے قائل ہیں کہ حکومت بھی اسی طرح مالک ہوتی ہے، جس طرح فرد مالک ہوتا ہے۔ لہٰذا حکومت کے اس مال میں تصرف کرنا جائز نہیں ہے جو لوگوں کی رفاہ کے لئے ہو۔

اگر ہم اس سے تھوڑا نیچے آئیں اور یہ کہیں کہ حکومت اس کی مالک بننے کی اہل نہیں ہے، اور اس کا سارا مال مجہول المالک کے زمرہ میں آتا ہے، تو بھی اس میں ہر ایک کا تصرف کرنا مباح نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ مجہول المالک مال میں تصرف کے لئے حاکمِ شرعی سے رجوع کرنا ضروری ہے، جو عام لوگوں کی مصلحتوں اور مفادات کا خیال رکھتا ہے، وہ اس میں اس طرح تصرف نہیں کرتا ہے جیسا کہ بعض لوگوں نے جائز سمجھ لیا ہے۔

اس سلسلے میں ہم اپنے ہی معاشرے سے چند مثالیں پیش کر سکتے ہیں، کہ لوگوں میں حکومت کے اموال میں تصرف کی ایسی عادت پڑ چکی ہے جو حکمِ خدا سے مطابقت نہیں رکھتی۔

۱۔ ماحول کی حفاظت

سماج اور معاشرے کے بنیادی مسائل میں حفظانِ صحت کے لئے ماحول کو پاک وصاف رکھنا بھی شامل ہے۔ ہمیں یہ بات پیشِ نظر رکھنی چاہئے کہ ہمارے کس فعل سے لوگوں کی صحت کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔ مثلاً مخصوص مقامات کے سوا کوڑا کرکٹ پھینک دینا، جس سے بہت سے امراض پھیل سکتے ہیں۔ اس فعل سے معاشرے میں جو امراض پیدا ہوں گے اُن کا ذمے دار کوڑا پھینکنے والا شخص ہے۔ لیکن پورے معاشرے پر یہ ذمے داری عائد ہوتی ہے کہ سب آپس میں ایک دوسرے سے تعاون کریں اور اس سماجی خدمت کے لئے مختلف قسم کی تنظیمیں اور کمیٹیاں بنائیں۔ جیسا کہ میونسپلٹی میں ہوتا ہے۔ اسی طرح کے ضروری کاموں میں سے صاف ستھرے ماحول کی فراہمی اور حفظانِ صحت کے لئے کوشش کرنا بھی ہے۔ خدمتِ خلق کی خاطر صحیح اسباب ووسائل فراہم کئے جائیں تاکہ ماحول

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

سازگار ہو سکے۔ لیکن اگر ایسا ممکن نہ ہو تو اہلِ محلّہ کو یہ کام انجام دینا چاہیۓ تاکہ حفظانِ صحت کے لئے ماحول سازگار ہو جائے۔ کیونکہ اگر ایسا نہیں کریں گے تو صرف کوڑا پھینکنے والوں کو ہی ضرر نہیں پہنچے گا بلکہ سب نقصان اٹھائیں گے۔

اس کی بھی ہمیں بعض مثالیں ملتی ہیں۔ مثلاً بعض سیاسی یا غیر سیاسی مطالبات کے لئے لوگ ٹائر جلاتے ہیں۔ یہ چیز شرعی لحاظ سے حرام ہے۔ کیونکہ اس سے ماحول پر منفی اثر پڑتا ہے۔

۲۔عمومی چیزوں کی حفاظت

نظمِ عمومی سے تعلق رکھنے والی چیزوں میں راستے بھی شامل ہیں۔ راستے کسی خاص شخص کی ملکیت نہیں ہوتے۔ اسی طرح پیدل چلنے والوں کے لئے فٹ پاتھ کا بھی یہی حکم ہے۔ لہٰذا کسی شخص کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنی دکان یا مکان وغیرہ کی توسیع کے لئے فٹ پاتھ یا سڑک کا کچھ حصہ ان میں شامل کر لے۔ اگر کوئی شخص ایسا کرتا ہے تو گویا وہ عام لوگوں کا حق غصب کرتا ہے۔ اسی طرح جو شخص کسی وجہ سے راستے میں کھدائی کرتا ہے، تو اس گڑھے کو بھرنا بھی اسی کی ذمے داری ہے، اُسے بلدیہ کے ذمے نہیں چھوڑ دینا چاہیۓ۔ کیونکہ گڑھا اُسی نے کھودا ہے۔ اور" جو کوئی کسی دوسرے کے مال کو تلف کرتا ہے وہی اس کا ضامن ہوتا ہے۔" اسی حکم میں دیواریں وغیرہ بھی شامل ہیں، جن پر سیاسی اور غیر سیاسی نعرے لکھے جاتے ہیں، یا پوسٹر اور تصویریں چسپاں کی جاتی ہیں۔ دیوار صاحبِ خانہ کی ملکیت ہے اور جس طرح وہ گھر کے اندر کا مالک ہے اسی طرح وہ اس کے باہر کا بھی مالک ہے۔ لہٰذا اس کی اجازت کے بغیر دیوار پر پوسٹر وغیرہ چسپاں کرنا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ تصرف چاہے گھر کے داخلی حصے میں کیا جائے یا اسکے باہر کی جانب، بات ایک ہی ہے۔ اگر لوگ نعرے لکھنا چاہتے ہیں، یا تصویریں چسپاں کرنا چاہتے ہیں، تو وہ اس مقصد کے لئے ایک بڑا بورڈ لگا سکتے ہیں، پھر اس پر جو چاہیں چسپاں کریں، اس طرح لوگوں کی جگہوں کی حفاظت

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

بھی ہوگی اور اعلانات کو مہذب انداز میں چسپاں بھی کیا جاسکے گا۔

۳۔ نظمِ عمومی کی حفاظت

راستہ چلنے کا تعلق بھی اسی موضوع سے ہے۔ آمدورفت کے نظام کی پابندی بھی واجب ہے کہ اس سے جان ومال کی حفاظت ہوتی ہے۔

بعض لوگ یہ بہانہ بناتے ہیں کہ حکومت ظالم ہے' لہٰذا اس کے قوانین کی خلاف ورزی کرنے میں کوئی حرج نہیں ۔ یہ بات صحیح نہیں ہے' کیونکہ قوانین کی خلاف ورزی سے خود ہم کو نقصان پہنچتا ہے' حکومت کو نہیں۔ قوانین کی پاسداری سے عام لوگوں کو فائدہ پہنچتا ہے۔ راستہ اور فٹ پاتھ لوگوں کے چلنے کے لئے ہیں' اور ٹریفک کا نظام' سواریوں اور پیدل چلنے والوں کو خطرات سے محفوظ رکھنے کے لئے' عمارتوں کے لئے جو قوانین مقرر کئے گئے ہیں وہ عمومی مقامات کی حفاظت اور لوگوں کی صحت وسلامتی کی ضروریات کے لئے بنائے گئے ہیں۔

دوسری طرف ہم اپنے معاشرے میں دیکھتے ہیں کہ کسی خوشی یا غمی کے موقع پر لاؤڈ اسپیکر لگائے جاتے ہیں اور صبح سے شام تک ان پر کیسٹیں اور سی ڈیاں چلتی رہتی ہیں' یا کوئی کچھ پڑھتا رہتا ہے' یا غمی کے موقع پر قرآنِ مجید کی تلاوت کی جاتی ہے' اس لئے نہیں کہ لوگ خدا کا کلام سنیں' بلکہ اس لئے کہ لوگوں کو یہ معلوم ہوجائے کہ فلاں کے گھر آج عزا وتعزیت کا پروگرام ہے۔ یہ بات شرعی لحاظ سے جائز نہیں ہے۔ اس سے لوگوں کو تکلیف پہنچتی ہے' ہوسکتا ہے کوئی بیمار ہو یا تھکا ماندہ ہو اور آرام کرنا چاہتا ہو' یا کوئی مطالعہ وغیرہ کرنا چاہتا ہو۔ اگر ایسی چیزوں کا استعمال آپ کا حق ہے' تو دوسروں کے لئے بھی جائز ہوگا کہ وہ بھی بلند آواز سے ریڈیو' ٹیلی ویژن چلائیں۔ واضح رہے کہ اگر لاؤڈ اسپیکر سے کسی کو اذیت پہنچ رہی ہو چاہے اس پر تلاوتِ قرآنِ پاک ہی کیوں نہ چلائی جارہی ہو' تو یہ صرف ایک سماجی برائی ہی نہیں' بلکہ شرعی نقطۂ نظر سے بھی حرام ہے۔

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

۴۔ضرورت اور پیداوار میں توازن

ایک اور پہلو سے اس کا تعلق معاشرے کی تنظیم سے ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ مختلف میدانوں میں معاشرے کی ضرورتوں کا مطالعہ کیا جائے' اور پھر ان ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے کام کیا جائے۔ مثلاً معاشرے کو تربیت سے متعلق کچھ چیزوں کی ضرورت ہے' یا اسکی اقتصادی اور ثقافتی ضرورتیں ہیں۔ ان کے علاوہ بھی اس کی بہت سے حاجتیں ہیں' جن سے معاشرے کا توازن اور اعتدال برقرار رہتا ہے۔

ضروری ہے کہ افرادِ معاشرہ کی صلاحیتوں اور ان کی توانائیوں کا سراغ لگایا جائے اور ہر شخص کو اس کی صلاحیت کے مطابق کام سپرد کیا جائے۔ اس طرح صلاحیتوں میں کمال پیدا ہوگا اور معاشرے کے ہر میدان میں ایجادات واختراعات ہوں گی۔ لیکن معاشرے سے جو غلطی ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ اگر کسی ایک آدمی نے کوئی کام شروع کیا اور اس میں اسے کامیابی حاصل ہوئی' تو دوسرے بھی اس کی دیکھا دیکھی وہی کام کرنے لگتے ہیں۔ اس سے معاشرے کی آمدنی اور کمائی پر اثر پڑتا ہے' اقتصادی میدان میں جمود پیدا ہوتا ہے۔ جبکہ تقسیمِ کار اور جداگانہ مشغلوں کی صورت میں ہر شخص انہماک کے ساتھ اپنا کام کرتا ہے' جس کے نتیجے میں کام میں بہتری پیدا ہوتی ہے۔

اور جب مختلف ادارے یا لوگ ایک ہی قسم کا کام کرنے لگیں' تو ان کے لئے ایک ضابطہ ہونا ضروری ہے' تاکہ ایسی پیچیدگیاں پیدا نہ ہوں جن سے ان اداروں کی فعالیت ہی ختم ہوجائے اور معاشرے کی صلاحیتیں متاثر ہوں۔ ظاہر ہے کہ جب ہم میں سے ہر ایک شخص وہی کام کرنے لگے گا جو دوسرا انجام دے رہا ہے' تو اس طرح دوسرے کے کام میں رخنہ ڈالے گا اور یوں پورا معاشرہ متاثر ہوگا۔

جب شخصی اور جماعتی مفادات کی بجائے معاشرے کی سلامتی اور اس کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے کام کیا جائے گا' تو یہ عمل خالص خدا کے لئے ہوگا' فی سبیل اللہ ہوگا۔

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

کوئی کام صرف ایک ہی شخص نہیں کر رہا ہوتا' بلکہ اس عمل اور اس کام میں بہت سی صلاحیتیں اور توانائیاں' وسائل و ذرائع اس کے ساتھ شریک ہوتے ہیں۔ چنانچہ علما' مبلّغین' دانشوروں' سول سوسائٹی کے لئے کام کرنے والے لوگوں' مزدوروں' کارکنوں اور مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے افراد کے کاموں میں مختلف لوگوں کی صلاحیتیں' توانائیاں اور وسائل و ذرائع کام میں آتے ہیں۔

آپ جدید ٹیکنالوجی اور آلات کے استعمال سے مہذب اور ترقی یافتہ نہیں کہلائیں گے' بلکہ مہذب اور ترقی یافتہ کہلانے کے لئے آپ کو چاہئے کہ آپ اس طرح زندگی گزاریں جس سے ظاہری اور باطنی ہر دو لحاظ سے دوسروں کی زندگی بھی متاثر نہ ہو۔ جب کاموں کو اس انداز سے کیا جائے گا' تو ہر میدان میں بہترین نتائج برآمد ہوں گے۔

ہمارے معاشروں کا المیہ یہ ہے کہ بعض لوگ اپنے اختیارات کی حدود نہیں پہچانتے' اور نہ اپنے دائرے سے واقف ہوتے ہیں۔ لہٰذا وہ دوسروں کے دائرے میں مداخلت کرتے ہیں' حالانکہ ان کے اندر اس کام کو انجام دینے کی صلاحیت نہیں ہوتی' اور نہ ان کے پاس اس کے امکانات ہوتے ہیں۔ بعض تو اس حد تک آگے بڑھ جاتے ہیں کہ دوسروں کے کاموں کو ٹھپ کردیتے ہیں اور ان کی صلاحیتوں کو معاشرے میں نکھرنے اور پنپنے نہیں دیتے۔ جس کی وجہ سے معاشرہ ان افراد میں چھپی صلاحیتوں سے استفادہ نہیں کر پاتا۔ اب وہ اپنی بیکاری کا کوئی علاج نہیں کرسکتا یا وہ اس خلا کو پُر نہیں کر پاتا اور اس سے مفاد پرستوں کے لئے راستہ کھل جاتا ہے جو موقع کی تاک میں رہتے ہیں۔ چنانچہ ان کے اقدام سے کبھی کبھی معاشرے کے مقاصد و اقدار بھی متاثر ہوتے ہیں' بلکہ خود رخنہ اندازی کرنے والے کو بھی اس کا نقصان پہنچتا ہے اور معاشرے کی ترقی رک جاتی ہے۔

معاشرے میں زندگی بسر کرنے والے انسان پر لازم ہے کہ وہ اپنی ذات ہی میں ڈوبا نہ رہے' اور اسی کو محور تصور نہ کرے' بلکہ اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی تخلیقی صلاحیتوں کے ساتھ دوسروں کی ترقی اور کمال کے لئے بھی مصروفِ عمل رہے۔ اس طرح

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

معاشرے میں امن وسلامتی کو فروغ ملے گا اور اس کی صلاحیتوں اور توانائیوں میں نکھار اور استحکام پیدا ہوگا۔

یہ بات ہم پہلے بھی بیان کر چکے ہیں' کہ جن مشکلوں سے معاشرہ دوچار ہے' انھیں معمولی یا غیر اہم نہیں سمجھنا چاہئے۔ بلکہ انھیں مناسب طریقے سے حل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے اور ایک ایسا منظم معاشرہ وجود میں لانا چاہئے جو ہلڑ ہنگامے سے دور رہتے ہوئے صحیح طریقے سے اپنا فریضہ انجام دے' جس میں دوسروں کا احترام کیا جاتا ہو اور عام لوگوں کی زندگی محفوظ ہو۔

☆☆☆

"وَصَلاحِ ذَاتِ بَيْنِكُمْ. فَإِنِّي سَمِعْتُ جَدَّكُمَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ يَقُولُ: صَلاحُ ذَاتِ الْبَيْنِ أَفْضَلُ مِنْ عَامَةِ الصَّلٰوةِ وَالصِّيَامِ."

"اور باہمی تعلقات کو سلجھائے رکھنا' کیونکہ میں نے تمہارے نانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ: آپس کی کشیدگیوں کو مٹانا عام نماز روزے سے افضل ہے۔"

جن چیزوں کی خدا نے قرآنِ مجید میں' رسول اللہؐ نے اپنی حدیث میں اور حضرت علیؑ نے اپنے اس وصیت نامے میں تاکید فرمائی ہے' اُن میں لوگوں کے باہمی تعلقات کو سلجھائے رکھنا بھی شامل ہے۔ آپؑ اس بات کو سمجھانا چاہتے ہیں کہ اگر لوگوں کے درمیان اختلاف اور نزاع پیدا ہو جائے' تو انھیں اپنے آپسی تعلقات کو سلجھانا چاہئے۔

لوگوں کے باہمی تعلقات کی درستگی کے سلسلے میں آپؑ کی اس قدر تاکید کی وجہ شاید یہ ہو کہ اس ذریعے سے اسلام معاشرے کے لئے اپنے متعین مقاصد کا حصول چاہتا ہے۔

معاشرے میں بہت سے اختلافات رونما ہوتے ہیں۔ مثلاً زوجین کے درمیان' خاندان کے درمیان' پڑوسیوں کے درمیان' مالک اور ملازم کے درمیان' افسر اور ماتحت کے درمیان اور آپس میں خود کارکنوں کے درمیان' سیاسی قوتوں کے درمیان اور اسی طرح

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

لوگوں کے درمیان اقتصادی، عسکری، ثقافتی اور مالی مسائل میں اختلافات جنم لیتے ہیں۔ اسلام مؤمنین سے چاہتا ہے کہ وہ اسلامی معاشرے میں جنم لینے والے ان باہمی تنازعات کے خاتمے کے لئے اپنی صلاحیتوں کے مطابق جلد از جلد اقدام اٹھائیں، تاکہ اگر یہ مشکل حل نہ ہوسکے، تو کم از کم اس میں کچھ کمی واقع ہو اور معاشرے پر اس کے بُرے اثرات مرتب نہ ہوں۔

ہم دیکھتے ہیں کہ میاں بیوی کے اختلافات کے بارے میں خداوند عالم نے ایک دستور وضع کیا ہے، جس کے ذریعے زوجین کے درمیان پیدا ہونے والے ایسے اختلافات کو حل کیا جاسکتا ہے جو ان کے درمیان جدائی پر منتہی ہوسکتے ہیں، اور یوں میاں بیوی کے درمیان طلاق کی نوبت آنے سے بچا جاسکتا ہے۔ قرآنِ مجید میں ارشاد ہے:

"وَ اِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا."

"اور اگر دونوں کے درمیان اختلاف کا اندیشہ ہو، تو۔"

"فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا."

"ایک حَکَم مرد کی طرف سے اور ایک عورت کی طرف سے بھیجو، پھر اگر وہ دونوں (میاں بیوی) صلح چاہیں گے، تو خدا ان کے درمیان ہم آہنگی پیدا کردے گا۔" (سورۂ نساء۴۔ آیت ۳۵)

اس صورت میں مرد اور عورت کی طرف سے ایک ایک حاکم و ثالث مقرر کیا جائے اور وہ ایک خاندانی پنچائت بٹھائیں جو اختلاف کے اسباب کی تحقیق کرے، تاکہ ان کے درمیان اصلاح کا راستہ کھل جائے۔

اور قرآنِ کریم مسلمان معاشرے میں پیدا ہونے والے اختلافات کی اصلاح کے بارے میں فرماتا ہے:

"اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ."

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

''مومنین آپس میں بھائی بھائی ہیں' لہٰذا اپنے بھائیوں کے درمیان صلح کراؤ۔'' (سورۂ حجرات ۴۹۔ آیت ۱۰)

نیز فرماتا ہے:

'' وَ اِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا. ''

''اور اگر مومنین کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں' تو تم ان کے درمیان صلح کرا دو۔'' (سورۂ حجرات ۴۹۔ آیت ۹)

ملاحظہ فرمایئے' خدا ہم سے یہ نہیں چاہتا کہ ایسے موقع پر ہم غیر جانب دار بن کر خاموش بیٹھ جائیں۔ جن لوگوں کو اپنی اجتماعی اور سماجی ذمے داری کا احساس نہیں ہوتا وہ ایسا ہی کرتے ہیں' اور اپنے ہی پیروں پر کلہاڑی مارتے ہیں۔ ہمیں چاہئے کہ ہر اس کمزوری کا سدِّ باب کریں جو مومنین کے اختلاف کی وجہ سے معاشرے میں پیدا ہو سکتی ہے اور معاشرے پر اس کے منفی اثرات ہو سکتے ہیں۔ ان منفی آثار سے آپ اپنے گھر میں رہتے ہوئے بھی نہیں بچ سکتے' خواہ ان حوادث کے بارے میں آپ کا موقف غیر جانب دارانہ ہی کیوں نہ ہو' خواہ آپ کا موقف کچھ بھی ہو۔ کیونکہ معاشرے کی مشکلوں کی مثال آگ کی سی ہے' جسے تیز ہوائیں اور زیادہ بھڑکا دیتی ہیں' اور نتیجے میں وہ اپنی لپیٹ میں آنے والی ہر چیز کو جلا ڈالتی ہے' چاہے وہ چیز خشک ہو چاہے ہری بھری۔

لہٰذا کوئی شخص بھی (معاشرے کی سلامتی سے تعلق رکھنے والے مسائل سے) لاتعلق نہیں رہ سکتا۔ نہ سیاسی معاملات سے' نہ اجتماعی مسائل سے اور نہ اقتصادی امور سے۔ کیونکہ ان مسائل کے نتیجے میں پیدا ہونے والی مشکلات اُنھی لوگوں تک محدود نہیں رہتیں جو انھیں جنم دیتے ہیں' بلکہ ان سے لوگوں کے تعلقات اور اُن کے مفادات متاثر ہوتے ہیں۔ جب اختلافات کا دائرہ بڑھتا ہے' تو اس سے تعلق رکھنے والے دیگر مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ خصوصاً ذرائع ابلاغ کی ترقی کے بعد جس کے نتیجے میں پوری دنیا سمٹ کر ایک گاؤں میں تبدیل ہو گئی ہے' اگر مغرب میں کوئی واقعہ ہوتا ہے تو اس کا اثر مشرق پر پڑتا ہے اور اگر مشرق میں

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

کوئی حادثہ رونما ہوتا ہے تو اس کا اثر مغرب پر پڑتا ہے۔ خداوندِ عالم فرماتا ہے:

"وَ اتَّقُوا فِتْنَةً لَّا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنكُمْ خَآصَّةً."

"اور اس فتنے سے بچو جو صرف ظالموں ہی کو اپنی لپیٹ میں نہیں لے گا۔"

(سورۂ انفال ۸۔ آیت ۲۵)

اس بنیاد پر کہا جاسکتا ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اسلامی معاشرے کو بہتری کی راہ پر لگانے والا ایک عمل ہے۔ اور وہی شخص یہ عمل انجام دیتا ہے جو معاشرے کے بگڑے ہوئے افراد کو راہِ راست پر لانا اپنی ذمے داری سمجھتا ہو حتیٰ اُن لوگوں کو بھی جن کا اس سے کوئی براہِ راست تعلق نہ ہو۔ کیونکہ یہ برائیاں کسی نہ کسی طریقے سے معاشرے کے دوسرے حصوں تک بھی پہنچ جاتی ہیں اور صرف بُرائی کے مرتکب افراد تک محدود نہیں رہتیں۔ اسی لئے حدیث میں آیا ہے کہ:

"لَتَامُرُنَّ بِالمعروف، ولتنهُنَّ عن المنكر، او ليُسلّطنَّ اللّٰه شرارَكم علىٰ خياركم، فيدعوا خيارُكم، فلا يُستجاب لهم."

"امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرو ورنہ تمہارے اچھے لوگوں پر بُرے لوگوں کا تسلط ہوجائے گا اور تمہارے اچھے لوگ دعا کریں گے تو وہ قبول نہیں کی جائے گی۔" (بحار الانوار۔ ج ۹۰۔ ص ۳۶۵۔ ب ۲۴۔ ح ۲۱۲)

کیونکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہ کرنے کے نتیجے میں معاشرے کی اصلاح کا دروازہ بند ہوجائے گا۔

دوسری طرف خداوند متعال لوگوں کو اصلاح کی طرف متوجہ کرتا ہے اور بہت سے امور کی قدر و قیمت کو اُن میں پائے جانے والے اصلاح کے عنصر سے وابستہ کرتا ہے۔ لہٰذا فرماتا ہے:

"لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِّن نَّجْوٰهُمْ إِلَّا مَنْ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوفٍ أَوْ إِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ."

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

"ان کی بہت سی سرگوشیوں میں کوئی بھلائی اور خوبی نہیں ہے" مگر یہ کہ وہ (ان کے ذریعے) نیکی یا صدقے کا حکم دیں یا لوگوں کے درمیان صلح کرائیں۔" (سورۂ نساء ۴ ۔ آیت ۱۱۴)

یہ آیۂ کریمہ اس بات کی تاکید کررہی ہے کہ لوگوں کی سرگوشیوں میں کوئی بھلائی نہیں ہوتی" کیونکہ اکثر سرگوشیاں معصیت اور ایسے بُرے خیالات کی بنیاد پر ہوتی ہیں جن کے فاش ہونے سے سرگوشی کرنے والے ڈرتے ہیں۔

لیکن جو لوگ اچھے خیالات رکھتے ہیں" انھیں اس قسم کا کوئی اندیشہ نہیں ہوتا" وہ انھیں لوگوں کے سامنے علانیہ بیان کرنے سے نہیں ڈرتے" سوائے ایسے حالات پیدا ہوجانے کی صورت میں جب اچھی بات کو ملت کے دشمنوں کے خوف سے چھپانا ضروری ہوجاتا ہے۔ کیونکہ دشمن نہیں چاہتے کہ لوگوں میں صلح ہو۔ آیت میں صدقے "امر بالمعروف اور لوگوں کے درمیان صلح وصفائی کو مستثنا کیا گیا ہے۔ گویا اس چیز کی ضرورت محسوس کی گئی ہے کہ لوگوں کو اس طرف متوجہ کیا جائے کہ وہ اپنی سرگوشیوں اور خفیہ مشوروں میں بھی لوگوں کے درمیان صلح وصفائی کی جانب متوجہ رہیں" تاکہ صلح وصفائی کرانے والوں کے لئے راہ ہموار ہو اور جو لوگ اس سلسلے میں رخنہ اندازی کرنا چاہتے ہیں اُن کا سدباب ہو۔ حدیث میں آیا ہے کہ:

"صدقة يحبها الله: اصلاح بين الناس اذا تفاسدوا" وتقارب بينهم اذا تباعدوا۔"

"جس صدقے کو خدا پسند کرتا ہے" وہ لوگوں کے درمیان اس وقت صلح وصفائی کرانا ہے جب اُن کے درمیان فساد برپا ہوجائے اور انھیں اس وقت ایک دوسرے کے قریب لانا ہے جب اُن کے درمیان دوری اور فاصلہ پیدا ہوجائے۔" (اصول کافی ۔ ج ۲ ۔ ص ۲۰۹ ۔ ح ۱)

اپنی اس وصیت میں امام علی علیہ السلام صادق وامین رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

حدیث نقل کرتے ہیں:

"صَلاحُ ذَاتِ الْبَیْنِ اَفْضَلُ مِنْ عَامَةِ الصَّلٰوةِ وَالصِّیَامِ."

آپس کی کشیدگیوں کو مٹانا عام نماز روزے سے افضل ہے۔"

یعنی جب ان دو میں سے کسی ایک چیز کو اختیار کرنے کی نوبت آئے، مثلاً یا تو انسان مستحب روزہ رکھے، مستحب نماز پڑھے یا دو افراد، دو گروہوں، دو فریقوں کے درمیان صلح کرائے، تو یہاں اس کے لئے صلح کرانا مستحب روزے اور نماز سے افضل ہے۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ ثواب کا موجب ہے۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ اسلام نے صلح کرانے کے لئے جھوٹ بولنے کو بھی جائز قرار دیا ہے، جائز ہی نہیں! بلکہ واجب قرار دیا ہے۔ اسی طرح جان کے اور ہتکِ عزت کے خوف کے وقت جھوٹ بولنا واجب ہے۔ ایسے بہت سے مواقع ہیں جہاں جھوٹ بولنے کو واجب قرار دیا گیا ہے۔ حدیث میں آیا ہے:

"الکلام ثلاثة: صدق و کذب و اصلاح بین الناس. قال، قیل: جعلت فداک ما الاصلاح بین الناس؟ قال: تسمع من الرجل کلاماً یبلغه فتخبث نفسه، فتلقاه فتقول: سمعت من فلانٍ قال فیک من الخیر کذا و کذا، خلاف ما سمعت منه."

"کلام تین ہی ہیں: سچ، جھوٹ اور لوگوں کے درمیان اصلاح۔ راوی کہتا ہے، عرض کیا: آپ پر قربان جاؤں! لوگوں کے درمیان اصلاح سے کیا مراد ہے؟ امامؑ نے فرمایا: کسی سے کسی دوسرے کے بارے میں ایسی بات سنو جو اگر وہ خود سن لے تو اسے بہت بری لگے، اور تم اس شخص سے ملو جس کے متعلق وہ بات سنی ہے، تو تم اس سنی ہوئی بات کے برخلاف اس سے اس طرح کہو کہ میں نے فلاں شخص کو تمہاری خوبیاں اور اچھائیاں بیان کرتے سنا ہے۔" (اصولِ کافی ج ۲۔ ص ۳۴۱۔ ح ۱۶۔ باب الکذب)

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

مثلاً آپ کسی سے یہ خلافِ واقع بات کہیں کہ فلاں شخص تمہاری بہت تعریف کر رہا تھا۔

صلاح وصفائی کے لئے کہی گئی بات کا تعلق کلام کی تیسری قسم سے ہے' جسے جھوٹ سے خارج قرار دیا گیا ہے۔ اور حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ:

"المصلح ليس بكاذب."

"صلح وصفائی کرانے والا جھوٹا نہیں ہے۔"

(اصولِ کافی ۔ ج ۲ ۔ ص ۲۱۰ ۔ ح ۵)

تعلقات وروابط کی دنیا میں بڑھتی ہوئی پیچیدگیوں کے پیشِ نظر ایک ایسی تنظیم کا قیام ضروری ہے جو لوگوں کی آپسی رنجشوں اور کشیدگیوں کو ختم کرائے' انھیں فتنہ وفساد اور تفرقہ اندازی میں نہ دھکیلے۔ جیسے ہمیں بہت سے لوگ اپنی اجتماعی سرگرمیوں میں ایسا ہی کرتے نظر آتے ہیں۔

دوسری طرف ہمیں کچھ ایسے افراد نظر آتے ہیں جنھیں لوگوں کا میل محبت' صلح وصفائی کے ساتھ رہنا ایک آنکھ نہیں بھاتا۔ ان کے دلوں میں بغض' حسد' عداوت اور کینہ بھرا ہوا ہوتا ہے۔ یہ کینہ توزی وہ اپنی اولاد کو بھی میراث میں دے جاتے ہیں۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ اُن کی یہ بغض وعداوت ایک سے دوسرے میں منتقل ہوتی رہتی ہے۔ وہ میاں بیوی کے درمیان جدائی ڈالتے ہیں' بھائی کو بھائی سے الگ کردیتے ہیں' اور پرسکون اور چین کی زندگی بسر کرنے والے لوگوں کے درمیان اختلافات پیدا کرتے ہیں۔

جو لوگ عیب جوئی کیا کرتے ہیں وہ اہلِ جنت کی سی زندگی بسر نہیں کرتے' کیونکہ اہلِ جنت کے بارے میں خداوند عالم فرماتا ہے: اِخْوَانًا عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ (وہ بھائیوں کی طرح آمنے سامنے مسندوں پر بیٹھے ہوں گے۔ سورۂ حجر ۱۵۔ آیت ۴۷)

ایک حدیث میں بیان ہوا ہے:

"الا اخبركم بشراركم؟ قالوا: بلىٰ يا رسول الله. قال:

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

المشاؤون بالنميمة' المفرقون بين الاحبّة المتلمسون للبراء العيب."

"کیا میں تمہیں تمہارے بُرے لوگوں سے آگاہ کروں؟ سب نے عرض کی: اے اللہ کے رسول آگاہ فرمایئے! فرمایا: جو شخص چینی کے لئے بھاگ دوڑ کرتے ہیں اور دوستوں کے درمیان جدائی ڈالتے ہیں اور پاک اور نیک لوگوں میں عیب نکالتے ہیں۔"

(خصال۔ص ۱۸۳' نقل از میزان الحکمۃ۔ ح۲۰۷۰۱)

☆☆☆

"وَاللّٰهَ اللّٰهَ فِي الْاَيْتَامِ ' فَلاَ تُغِبُّوا أَفْوَاهَهُمْ وَلَا يَضِيْعُوْا بِحَضْرَتِكُمْ."

"دیکھو یتیموں کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا۔ ان پر فاقے کی نوبت نہ آئے اور تمہارے ہوتے ہوئے وہ برباد نہ ہوں۔"

لفظ اللہ اللہ کا استعمال ایک قسم کی فریاد اور استغاثے کے لئے ہوتا ہے' اس طرح مذکورہ چیز کی اہمیت بتانا مقصود ہوتی ہے۔ حضرت علیؑ کے اس قول: " فَلاَ تُغِبُّوا أَفْوَاهَهُمْ" کے معنی ہیں "انھیں کسی وقت بھوکا نہ رکھنا" جبکہ لغت میں اغبّ کے معنی ایک دن چھوڑ کر کھانا کھلانا یا ایک روز کے بعد ملاقات کے لئے جانا ہیں' لیکن حضرت علیؑ کے اس فرمان کے معنی یہ نہیں ہیں کہ یتیموں کو ایک روز کھانا کھلانا اور ایک دن نہ کھلانا' بلکہ آپؑ فرماتے ہیں کہ خبردار ان کی خبرگیری سے غافل نہ ہونا۔

یتیم' معاشرے کے محروم طبقوں میں سے ایک خاص طبقہ ہے' جس کی خبرگیری کی اسلام نے بہت زیادہ تاکید کی ہے' کیونکہ ممکن ہے اس طبقے کی زبوں حالی سے خود اس کی اور پورے معاشرے کی ترقی اور استحکام پر منفی اثرات مرتب ہوں۔

یتیموں کی یہ حالت اُن سے اُس طاقت کے چھن جانے کی وجہ سے ہوتی ہے جو اُن

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

کو ثبات و استقلال عطا کر سکتی تھی۔ اور یہ طاقت باپ ہے' جو اپنے چھوٹے بچوں کا خیال رکھتا ہے' اُنھیں ہر نقصاندہ چیز سے محفوظ رکھتا ہے' اُنھیں تقویت پہنچاتا ہے' اُنھیں اپنی محبت کے گھنیرے سائے میں رکھتا ہے' اُن کا پورا خیال رکھتا ہے' اُن کی ضرورتوں کو پورا کرتا ہے' اُنھیں ہر کمزوری اور بُرائی سے بچاتا ہے۔

اسی لئے اسلام نے یتیم کی کفالت معاشرے کی ذمے داری قرار دی ہے' اور اُن تمام بوجھ افرادِ معاشرہ کے کاندھوں پر ڈالا ہے اور اُنھیں اس رجحان کے مطابق عمل کرنے سے منع کیا ہے جو اُنھیں سہل پسندی کی وجہ سے مشکلوں میں پڑنے سے روکتا ہے۔

یتیم کیونکہ اس قوت سے محروم ہو چکا ہوتا ہے جس کے ذریعے وہ خود کو مفاد پرستوں سے بچا سکے۔ علاوہ ازایں یتیم کے پاس کوئی ایسی طاقت بھی نہیں ہوتی جو لوگوں کو اس سے ناجائز مادّی اور معنوی فائدہ اٹھانے سے باز رکھ سکے۔ لہٰذا ہم دیکھتے ہیں کہ اس محروم طبقے کی مجبوری سے لوگ مختلف قسم کے فائدے اٹھاتے ہیں' خصوصاً ان سے اخلاق کے منافی اور ناگفتہ بہ فوائد حاصل کئے جاتے ہیں۔ اس حوالے سے افرادِ معاشرہ کی یتیموں سے بے اعتنائی بھی فائدہ اٹھانے والوں کی مدد کرتی ہے۔

قرآنِ کریم چاہتا ہے کہ معاشرہ یتیم کے ساتھ اس انداز سے پیش آئے جس میں اُسکی بھلائی ہو' ایسی بھلائی جس میں اُسکی شخصیت کے تمام پہلوؤں کو پیشِ نظر رکھا گیا ہو' صرف اُسکی مادّی ضرورتیں پورا کرنے تک محدود نہ ہو۔ معاشرے کے لئے ضروری ہے کہ وہ یتیم کی ہر اُس ضرورت کو پورا کرے جس سے اُس کی زندگی بہتر ہو سکے۔ اُسے ایسی تربیت سے آراستہ کرے جو زندگی میں اُس پر ترقی کے دروازے کھول دے' انفرادی اور اجتماعی سطح پر اُسے ثبات و استحکام کے ساتھ امن و امان کی فضا فراہم کرے' اور اُسکی پوشیدہ صلاحیتوں میں نکھار پیدا کرے' تاکہ اُسکے لئے معاشرے کی ترقی میں شامل ہونے کا امکان فراہم ہو جائے' اُسکے قلب میں ایمان کو راسخ اور محکم کر کے' اُسے خدا پرست اور خداترس بنائے اور اُسکی آخرت کو سنوارے۔ بالفاظِ دیگر معاشرے پر لازم ہے کہ وہ یتیموں کے مختلف اور

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

گوں امور کو اسی طرح انجام دے جس طرح اُن کے سرپرست انجام دیتے۔

اِس سلسلے میں خدا کا واضح قول ہمارے سامنے ہے۔فرماتا ہے:

”وَ یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْیَتٰمٰی قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَیْرٌ وَ اِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُکُمْ.“

”اور یہ لوگ آپ سے یتیموں کے بارے میں پوچھتے ہیں‘ تو کہہ دیجئے کہ ان کی بھلائی بہترین نیکی ہے اور اگر تم ان کے ساتھ مل جل کر رہو‘ تو وہ تمہارے بھائی ہیں۔“(سورۂ بقرہ۲۔آیت ۲۲۰)

اسبابِ نزول میں منقول ہے کہ جب درجِ ذیل آیۂ کریمہ نازل ہوئی کہ:

”وَ لَاتَقْرَبُوْا مَالَ الْیَتِیْمِ اِلَّا بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ .“

”اورخبردار یتیم کے مال کے قریب بھی نہ جانا مگر اس طریقے سے جو بہترین طریقہ ہے۔“(سورۂ انعام ۶۔آیت ۱۵۲)

تو جس کسی کے یہاں کوئی یتیم تھا اُس نے اپنے کھانے سے اُس کا کھانا اور اپنے مشروبات سے اُس کا مشروب جدا کردیا‘ اور اگر کبھی اُس کا کچھ کھانا بچ گیا‘ تو اُسی کو کھلایا اور خراب ہوگیا تو پھینک دیا۔انھیں یہ بات ناگوار ہوئی‘ تو اس کا ذکر اُنھوں نے رسالتمآبؐ سے کیا جس پر خداوند عالم نے یہ آیت نازل فرمائی:

”اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰی ظُلْمًا .....“

”جو لوگ ظالمانہ انداز سے یتیموں کا مال کھا جاتے ہیں۔۔۔“

(سورۂ نساء۴۔آیت ۱۰)

جب آیت کا مفہوم عام ہے‘ تو اس کو صرف مادّی اور کھانے پینے کی چیزوں تک محدود نہیں کیا جاسکتا۔

اور یتیموں کے ساتھ گھل مل جانا‘ جو اخوت و برادری کی بنیاد پر ہوتا ہے‘ اس کا یتیموں پر گہرا اثر پڑتا ہے۔ کیونکہ انھیں ڈرانا دھمکانا ان کے لئے بہت گراں ہوتا ہے‘ اس سے ان

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

کے دل پر بُرا اثر پڑتا ہے' اُن کے اندر نفسیاتی پیچیدگیاں پیدا ہوجاتی ہیں اور ان کی فط
نشوونما متاثر ہوتی ہے۔

☆☆☆

"وَاللّٰهَ اللّٰهَ فِيْ جِيْرَانِكُمْ' فَاِنَّهُمْ وَصِيَّةُ نَبِيِّكُمْ' مَازَالَ يُوْصِيْ بِهِمْ' حَتّٰى ظَنَنَّا اَنَّهُ سَيُوَرِّثُهُمْ."

"دیکھو! اپنے ہمسایوں کے بارے میں خدا سے ڈرتے رہنا' کیونکہ اُن کے بارے میں تمہارے نبیؐ نے برابر ہدایت کی ہے۔ آپ اُن کے بارے میں اس قدر تاکید فرماتے تھے کہ ہمیں یہ گمان ہونے لگا تھا کہ آپ اُنھیں بھی ورثہ دلائیں گے۔"

حضرت علیؑ نے اپنی اس وصیت میں جس دوسرے گروہ کا تذکرہ استغاثے
مشابہ انداز کے ساتھ کیا ہے' وہ ہمسائے ہیں۔ یہ لوگ ہمسائیگی کے تعلق کی وجہ سے انسا
سے مربوط ہوتے ہیں اور ایک ہی محلّے میں رہتے ہیں۔ ہمسائے کی حد چاروں طرف ک
چالیس گھروں تک بیان ہوئی ہے۔ ہمسایہ صرف اسی کو نہیں کہتے جس کے گھر کی دیوا
تمہارے گھر سے ملی ہوئی ہو۔

قدرتی طور پر کبھی کبھی ہمسایہ زیادہ میل جول کی وجہ سے رشتے داروں سے بھی زیا
قریب ہوجاتا ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جس طرح آپ اپنے ہمسائے سے میل جو
رکھتے ہیں' اُس طرح کا میل جول اپنے قریبی رشتے دار سے نہیں رکھ پاتے ہیں' ان
صرف خاص مناسبتوں ہی پر ملاقات ہو پاتی ہے' بالخصوص جب جغرافیائی لحاظ سے وہ د
رہتے ہوں۔ جبکہ ہمسائے سے صبح و شام ملاقات ہوتی رہتی ہے۔ اسی طرح اُس کی بی
سے آپ کی بیوی اور اُس کے بچوں سے آپ کے بچے ملتے رہتے ہیں۔ اس کے علاوہ
ہمسایوں کے بہت سے امور مشترک ہوتے ہیں اور یہ امور آپ کی اور اُن کی زندگی
تعلق رکھتے ہیں۔ مثلاً محلّے کو بعض خدمات درکار ہوتی ہیں' یا گھروں کے در و دیوار قر

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

قریب ہونے کی باعث ایک دوسرے سے متاثر ہوتے ہیں۔

انہی وجوہات کی بنا پر تعلقات وروابط میں ہمسائے کا مسئلہ بہت زیادہ پیچیدہ ہوتا ہے اور یہ پیچیدگیاں مستقل ساتھ رہنے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں اور کبھی قدرتی طور پر اس سے ہمسایوں کے لئے بہت سی مشکلیں کھڑی ہوجاتی ہیں۔

لہٰذا اسلام چاہتا ہے کہ ہمسایوں کے درمیان گہرے اور مضبوط تعلقات قائم کئے جائیں۔ چنانچہ ہمسائیگی کا مسئلہ ایک ذاتی وانفرادی مسئلہ نہیں' بلکہ ایک دینی مسئلہ ہے۔ یہاں تک کہ رسول اللہؐ نے مسلسل اسکی اہمیت پر زور دیا ہے' جیسا کہ امیرالمومنینؑ نے فرمایا ہے کہ: "مَـازَالَ يُـوصِي بِهِم." (رسولؐ برابر ان کے بارے میں سفارش فرماتے تھے) یہاں تک کہ مسلمان یہ سوچنے لگے کہیں آپؐ ہمسائے کو میراث میں بھی حقدار قرار نہ دے دیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک حدیث میں آیا ہے:

"احسن مجاورة من جاورک تکن مومناً."

"اپنے ہمسائے کے ساتھ اچھی ہمسائیگی اختیار کرو' اس طرح تم مومن بن جاؤ گے۔" (امالیٰ صدوق ۔ ۱۶۸ ۔ ۱۳)

نیز فرمایا:

"ما زال جبرئیل یوصینی بالجار' حتّٰی ظننت انّه سیورّثه."

"جبرئیل نے ہمسائے کے بارے میں مجھے اتنی تاکید کی کہ مجھے یہ گمان ہونے لگا کہ وہ میری میراث میں بھی حصے دار ہوگا۔"

(امالیٰ صدوق ۔ ۵۲۰ ۔ ۱۱۴۵)

آنحضرتؐ ہی سے مروی ہے:

"حرمة الجار علیٰ الانسان کحرمة امّه."

"انسان کے لئے ہمسایہ اسی طرح محترم ہے جس طرح اُس کے لئے اُس

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

کی ماں محترم ہوتی ہے۔" (وسائل الشیعہ۔ ج ۸۔ ص ۴۸۹۔ ب ۷۸)

امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا: "انصار میں سے ایک شخص رسولؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: میں نے فلاں خاندان کے ایک آدمی سے گھر خریدا ہے۔ لیکن میرا قریب ترین ہمسایہ ایک ایسا شخص ہے جس سے مجھے کسی نیکی کی امید نہیں ہے اور میں اس کے شر سے محفوظ نہیں ہوں۔ راوی کہتا ہے کہ رسول اللہؐ نے حضرت علیؑ "حضرت سلمان فارسیؓ حضرت ابوذر غفاریؓ اور ایک دوسرے شخص شاید حضرت مقدادؓ سے فرمایا: مسجد میں جاؤ اور با آواز بلند یہ کہو کہ جس شخص کے شر سے اُس کا ہمسایہ محفوظ نہ ہو وہ مومن نہیں ہے۔ چنانچہ انھوں نے بلند آواز سے یہ اعلان کیا۔" (وسائل الشیعہ۔ ج ۸۔ ص ۴۸۷۔ ب ۸۶)

امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا:

"ما آمن بی من بات شبعاناً و جاره جائع۔"

"وہ شخص مجھ پر ایمان نہیں لایا جو شکم سیر ہو کر سو جائے اور اس کا پڑوسی بھوکا ہو۔" (اصول کافی۔ ج ۲۔ ص ۶۶۸۔ ح ۱۴)

رسول اللہؐ سے منقول ہے کہ آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا:

"جو شخص شکم سیر ہو کر سو جائے اور اس کا ہمسایہ بھوکا ہو، وہ خدا اور قیامت پر ایمان نہیں رکھتا۔ ہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسولؐ! ہم ہلاک ہو گئے۔ آپؐ نے فرمایا: اپنی ضرورت سے زیادہ کھانے پینے کی اشیا اور لباس وغیرہ کے ذریعے خدا کے غضب سے بچو۔" (بحار الانوار۔ ج ۷۷۔ ص ۱۹۱۔ ح ۱۱)

ہمسایوں کے حقوق کے بارے میں آنحضرتؐ ہی کا ارشاد ہے:

"اگر وہ تم سے مدد طلب کرے، تو تم اس کی مدد کو پہنچو۔ اگر وہ قرض مانگے، تو اسے قرض دو۔ اگر وہ بیمار ہو، تو اس کی عیادت کرو۔ اگر مر جائے، تو اس

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

کے جنازے میں شرکت کرو۔اس کی اجازت کے بغیر اتنی بلند عمارت نہ بناؤ کہ اس کے گھر میں ہوا کا گزر نہ ہوسکے۔ اگر تم پھل خرید کر لاؤ تو تحفے کے طور پر اسکے یہاں بھجواؤ اور اگر ایسا نہ کرسکو تو چھپا کے لاؤ اور تمہارے بچّے پھل کھاتے ہوئے باہر نہ نکلیں کیونکہ اس سے ہمسائے کے بچّے کی دل شکنی ہوگی۔ تمہارے گھر کے لذیذ کھانے کی خوشبو اسے اذیت نہ دے، مگر یہ کہ اس میں سے کچھ اس کے یہاں بھی بھجواؤ۔"

(مسکن الفؤاد۔ص۱۰۵،نقل از میزان الحکمۃ)

ان تعلیمات کے ذریعے خدا یہ چاہتا ہے کہ ہمسایوں کے مسلسل ساتھ رہنے کی وجہ سے جو مشکلیں پیدا ہوتی ہیں ان میں کچھ کمی آئے۔ کیونکہ ہمسایوں کے درمیان کچھ مشکلیں ایسی بھی ہوتی ہیں جن کا کوئی حل نہیں، سوائے اس کے کہ انسان کے اندر ایسی نفسیاتی حالت پیدا کردی جائے جس کا اثر دوسرے تک پہنچے۔ مثلاً خداوندعالم نے ازدواجی زندگی میں طاقتور کو کمزور کا مددگار بنایا ہے، اور وہ مرد ہے جو عام طور پر عورت سے زیادہ طاقتور ہوتا ہے، وہ عورت کو حوصلہ فراہم کرتا ہے۔ تاکہ اس پر مشکلات کم سے کم اثرانداز ہوں اور ان کے درمیان جدائی کی نوبت آسانی سے نہ آسکے اور اگر عورت مرد کی اذیتوں کو برداشت کرتی ہے، اُن پر صبر کرتی ہے، تو اس عورت کو اتنا ہی ثواب ملتا ہے جتنا راہِ خدا میں جہاد کرنے سے ملتا ہے۔ حدیث میں آیا ہے: جهاد المرأة حسن التبعّل (عورت کا جہاد اچھی شوہر داری ہے۔اصولِ کافی۔ج۵۔ص۹۔ح۱)

یہی معاملہ ہمسایوں کا بھی ہوتا ہے۔ جب کوئی انسان اپنے ہمسائے کے لئے ایک اچھا پڑوسی بنتا ہے، تو اوّل تو وہ اپنی ہی مشکلوں کو کم کرتا ہے۔کیونکہ روزانہ ہی اُس کا، اُسکی بیوی کا، اُسکے بچوں کا اپنے پڑوسی سے سابقہ پڑتا ہے۔ یہ چیزیں گھریلو اور محلّے کے ماحول میں مشکلات کا ایک بے کنار سمندر ایجاد کردیتی ہیں۔لیکن اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ ان مشکلات کو حل کرنے کی کوشش نہ کی جائے، بلکہ اگر مشکلوں کا حل ممکن نہ ہو، تب بھی انسان کو

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

چاہئے کہ اسی طرح مل جل کر زندگی بسر کرے' یہاں تک کہ حُسنِ معاشرت سے اس مشکل کا حل نکل آئے۔ بالکل اُسی طرح جیسے انسان بیماری میں زندگی گزارتا ہے۔ اس کے لئے پرہیزی کھانا پینا مقرر کردیا جاتا ہے' اُسے ایسی چیزیں دی جاتی ہیں جو اُسے پسند نہیں ہوتیں' یا تجارت میں بازار کے اتار چڑھاؤ کے مطابق چلنا پڑتا ہے' یہاں تک کہ جلد یا بدیر حالات بدل جائیں۔

دوسرے' مشکلوں اور اذیتوں سے دوچار ہونے پر خداوندعالم انسان کو اپنی محبت' رضا اور ثواب سے نوازتا ہے۔ جس سے اسے اتنا زیادہ فائدہ ہوتا ہے کہ اگر وہ ہمسائے سے اپنا حق لے بھی لیتا تب بھی اسے اتنا فائدہ نہ ہوتا۔

ہمسایوں کے بارے میں حضرت علیؑ نے جو وصیت کی ہے' وہ درحقیقت اللہ اور اُسکے رسولؐ کی وصیت ہے۔ اس سے اجتماعی زندگی میں زیادہ امن وسکون پیدا ہوتا ہے اور اطمینان کی فضا قائم ہوتی ہے۔

☆☆☆

"وَاللّٰهَ اللّٰهَ فِي الْقُرْاٰنِ' لَا يَسْبِقُكُمْ بِالْعَمَلِ بِهٖ غَيْرُكُمْ."

"اورقرآن کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا' کہیں ایسا نہ ہو کہ دوسرے اس پر عمل کرنے میں تم پر سبقت لے جائیں۔"

یہاں حضرت علیؑ کے پیشِ نظر قرآنِ مجید کی وہ تمام تعلیمات ہیں جو انسان کی عقل' روح اور عمل کی سطح بلند کرتی ہیں۔ اور اس طرح آپ ثقلِ اکبر قرآنِ کریم کے ساتھ برتاؤ کے بنیادی قاعدے کی جانب توجہ مبذول کرواتے ہیں۔ جیسا کہ خداوندعالم کا ارشاد ہے:

"قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ."

"تمہارے پاس خدا کی طرف سے نور اور واضح کتاب آچکی ہے۔"

(سورۂ مائدہ ۵۔ آیت ۱۵)

نیز فرمایا:

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

"کِتٰبٌ اَنۡزَلۡنٰهُ اِلَیۡکَ لِتُخۡرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوۡرِ."

"یہ کتاب ہے جسے ہم نے آپ کی طرف نازل کیا ہے' تا کہ آپ لوگوں کو تاریکیوں سے نکال کر نور کی طرف لے آئیں۔"

(سورۂ ابراہیم ۱۴۔ آیت ۱)

پھر فرماتا ہے:

"یَّهۡدِیۡ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضۡوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ"

"قرآن کے ذریعے خدا اپنی خوشنودی چاہنے والوں کی سلامتی کے راستوں کی جانب ہدایت کرتا ہے۔" (سورۂ مائدہ ۵۔ آیت ۱۶)

مختصر یہ کہ قرآنِ مجید ایک نور ہے جس کے ذریعے ہماری عقلیں منور ہوتی ہیں' جس سے ہمارے دل روشن ہوتے ہیں اور ہماری زندگی میں اعتدال آتا ہے۔

پس قرآنِ مجید کو تجوید کے قواعد کے مطابق پڑھنا' یا مرنے والوں کو ثواب پہنچانے کے لئے اسکی تلاوت کرنا کافی نہیں ہے۔ بلکہ اسکے ساتھ ساتھ ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم جو چیز پڑھ رہے ہیں اُس پر غور وفکر بھی کریں۔

حضرت علیؑ اپنی اس وصیت میں دو نکات کی جانب اشارہ فرماتے ہیں:

۱۔ قرآنِ مجید کے نازل کئے جانے کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ اسکی تعلیمات پر عمل کیا جائے۔ اس کی تلاوت تو اس کے معنی کو سمجھنے اور اس کے مقاصد میں غور کرنے کا مقدمہ ہے۔

خداوندمتعال فرماتا ہے:

"اَفَلَا یَتَدَبَّرُوۡنَ الۡقُرۡاٰنَ اَمۡ عَلٰی قُلُوۡبٍ اَقۡفَالُهَا."

"تو کیا یہ لوگ قرآن میں ذرا بھی غور نہیں کرتے ہیں' یا ان کے دلوں پر قفل پڑے ہوئے ہیں۔" (سورۂ محمد ۴۷۔ آیت ۲۴)

نیز فرماتا ہے:

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

" وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ."

''اور یہ کتاب جسے ہم نے نازل کیا ہے' بڑی بابرکت ہے' اس کا اتباع کرو اور تقویٰ اختیار کرو' شاید تم پر رحم کیا جائے۔'' (سورۂ انعام ۶۔آیت ۱۵۵)

دوسری جگہ فرماتا ہے:

" اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَ مَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ."

''اور جن لوگوں کو ہم نے قرآن دیا ہے' وہ اس کی باقاعدہ تلاوت کرتے ہیں اور انہی کا اس پر ایمان بھی ہے' اور جو اس کا انکار کرے گا اس کا شمار خسارہ اٹھانے والوں میں ہوگا۔'' (سورۂ بقرہ ۲۔آیت ۱۲۱)

شاید يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ سے مراد غور و فکر اور فہم و شعور کے ساتھ پڑھنا ہو (واللہ عالم)۔اس طرح خدا کی آیتوں اور ان میں بیان ہونے والی حق کی دلیل کو سمجھا جا سکتا ہے۔

دل کش آواز میں قرآن کی تلاوت کرنا اور تجوید کے ماہرین کی قرأت سننا اچھی بات ہے۔لیکن صرف اتنا ہی کافی نہیں ہے' کیونکہ قرآنِ مجید کتابِ عمل اور دستورِ حیات ہے۔ یہ ساری چیزیں قرآن سے ہمارے رابطے کی برقراری کے لئے ہیں' جو اس پر عمل کا مقدمہ ہے' اور ان کے ذریعے مثبت نتائج حاصل ہوتے ہیں۔

ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سے لوگ اچھے قاریانِ قرآن کی قرأت سننے کے مشتاق ہوتے ہیں' اُن کی قرأت کی نغمگی پر جھومنے لگتے ہیں' لیکن ذرا بتایئے قرآنی علوم و معارف کے حصول اور اس میں غور و فکر کو اہمیت دینے والے کتنے ہیں؟ کتنے ہیں جو تفسیر کے درس میں شرکت کرتے ہیں جو ان کی عقل میں اضافے' ان کی روح میں بالیدگی اور حیات میں جدت پیدا ہونے کا باعث ہے؟

لہٰذا قرآنِ کریم کو صرف کانوں سے سن لینا ہی کافی نہیں ہے' بلکہ ضروری ہے کہ وہ ہماری عقلوں میں راسخ ہو۔اور جب قرآن ہماری عقلوں میں راسخ ہوگا' تو لازماً ہماری زندگی

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

میں بھی اس کا اثر ظاہر ہوگا۔لہٰذا خداوند عالم کا ارشاد ہے:

"فَبَشِّرْ عِبَادِ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ"

"پس میرے ان بندوں کو بشارت دے دیجئے جو غور سے باتیں سنتے ہیں اور ان میں سے اچھی بات کا اتباع کرتے ہیں۔"

(سورۂ زمر ۳۹۔آیت ۱۷، ۱۸)

کیونکہ یہ لوگ اتباع کی غرض ہی سے سنتے ہیں۔

۲۔بے شک قرآنِ مجید تمام مسلمانوں کی طرح ہمارے لئے بھی نازل ہوا ہے۔ ہمیں چاہئے کہ تمام لوگوں سے زیادہ ہم اسے اہمیت دیں۔ کیونکہ غیر مسلم تو احکامِ قرآن پر عمل کے پابند نہیں' قرآنی اصول واحکام کی پابندی کی ذمے داری اُن پر عائد نہیں ہوتی۔ جبکہ اگر ہم زمینی حقائق کو دیکھیں' تو وہ نظم وضبط اوران بعض تعلیمات پرجن پر قرآنِ مجید میں زور دیا گیا ہے' ہم سے زیادہ عمل پیرا ہیں۔

ہم قرآن سے بہت دور ہو چکے ہیں' جبکہ قرآن ہماری کتاب ہے' اسی کے ذریعے ہم اسلام پر عمل پیرا ہو سکتے ہیں۔

☆☆☆

"وَاللّٰهَ اللّٰهَ فِيْ الصَّلٰوةِ' فَاِنَّهَا عَمُوْدُ دِيْنِكُمْ."

"نماز کے بارے میں اللہ سے ڈرنا کیونکہ وہ تمہارے دین کا ستون ہے۔"

یہ چوتھی وصیت ہے جس میں حضرت علیؑ نے فریاد اوراستغاثے کا انداز اختیار کیا ہے۔ جس سے اس چیز کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے جس کی وصیت کی گئی ہے۔ نماز دین کا ستون ہے۔ حدیث میں آیا ہے:

"الصلوٰة عمود الدين. مثلها كمثل الفسطاط' اذا ثبت العمود ثبت الاوتاد والاطناب 'واذا مال العمود لم يثبت وتد ولا طنب.

"نماز دین کا ستون ہے۔اسکی مثال چوبِ خیمہ کی سی ہے' جب تک چوبِ

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

خیمہ اوراس کا ستون قائم رہتا ہے اس وقت تک رسیاں اس کی میخ اور کھونٹیاں بھی اپنی جگہ رہتی ہیں اور جب چوبِ خیمہ جھک جاتی ہے' تو میخ اکھڑ جاتی ہے اور رسیاں ٹوٹ جاتی ہیں۔''

(وسائل الشیعہ ۔ج ۴۔ص ۲۷۔ح ۶)

ہوسکتا ہے کوئی یہ سوال کرے کہ نماز کیسے دین کا ستون ہے؟

جواب یہ ہے کہ دین خدا پر ایمان' اس سے ارتباط اوراس مستقل احساس کا نام ہے کہ انسان اپنی زندگی کے تمام معاملات میں خدا کو پیشِ نظر رکھے۔ یعنی بندہ خدا کو حاضر وناظر سمجھے' اورخدا کے حاضر وناظر ہونے کا احساس آسان کام نہیں ہے' کیونکہ خدا غیب میں سے ایک غیب ہے۔ہاں' یہ احساس عمل سے پیدا ہوسکتا ہے اور یہ عمل ایسا ہونا چاہئے کہ انسان خودکو اپنے رب کے سامنے تصور کرے' اسی عمل کا نام نماز ہے۔

نماز دوسری عبادتوں سے ممتاز مقام رکھتی ہے۔ دوسری عبادتوں کے برخلاف انسان نماز کو دن میں پانچ مرتبہ پڑھتا ہے' جبکہ روزہ سال میں ایک مہینے رکھتا ہے' حج اس پر زندگی میں ایک مرتبہ واجب ہوتا ہے' بشرطیکہ وہ صاحبِ استطاعت ہو۔

لیکن نماز انسان کی پوری زندگی کے ہردن میں ہے' وہ نماز سے اپنی صبح کا آغاز کرتا ہے اور نماز پر اپنا دن ختم کرتا ہے۔ اُس کی زندگی کا ایک حصہ اُن فرادیٰ نوافل نمازوں کی ادائیگی میں گزرتا ہے جو ہر نماز کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ خدا نے نماز کے ذریعے چاروں طرف سے ہمیں گھیر رکھا ہے۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ انسان خدا اور خود اپنے آپ کو فراموش کردیتا ہے' ایسے میں نماز کا وقت آکر اسے اس کے رب کی یاد دلاتا ہے۔ اس طرح انسان کو ہر وقت اور ہر جگہ خدا کے حضور کا احساس رہتا ہے۔

نیند سے بیدار ہونے کے بعد مسلمان اپنی صبح کا آغاز اس طرح کرتا ہے کہ وہ خدا کی بارگاہ میں کھڑا ہوجاتا ہے اور خدا کا تقرّب حاصل کرنے کے لئے نماز کی نیت کرتا ہے۔ خدا کی بارگاہ میں کھڑے ہونے کے معنی یہ ہیں کہ نمازی اس بات کی گواہی دیتا ہے

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

کہ خدااس کے دل میں موجود ہے۔اگرتم اس سے قریب ہونا چاہتے ہو' قربت سے قرب مکانی مرادنہیں ہے' بلکہ قربِ عقلی مراد ہے۔یعنی کوئی باطل فکرتمہاری عقل کو خدا سے دور نہ کرے۔تم اپنی زندگی میں ایسے کام انجام نہ دوجن سے خداخوش نہیں ہوتااور جنھیں خدا پسند نہیں کرتا' علاوہ ازایں تمہیں اس سے روحانی قرب ہونا چاہیئے' جس سے انسان صاف و شفاف آفاق میں پرواز کرتا ہے۔ دیکھیئے نیت آپ کے اور خدا کے درمیان ایک قسم کا عہد ہے جس کے ذریعے آپ ہمیشہ خدا سے قریب رہ سکتے ہیں۔

اسی طرح جب آپ اذان دیتے' نماز پڑھتے' تکبیر کہتے اوراشھدان لاالٰہ الااللہ و اشھدان محمداً رسول اللہ اور اسی قسم کے دوسرے الفاظ ادا کرتے ہیں' تو اس طرح آپ اپنے اسلام کی تجدید کرتے ہیں۔ جب آپ نماز شروع کرتے ہیں' تو تکبیر کہتے ہیں اور تکبیر کے ذریعے آپ کو یہ شعور حاصل ہوتا ہے کہ اللہ بزرگ وبرتر ہے اورسب دوسرے اس سے چھوٹے ہیں۔ اس کے بعد آپ سورۂ فاتحہ اوراس میں بیان شدہ اصولِ عقائد کا ذکرکرتے ہیں' اور پھر دوسرا سورہ پڑھتے ہیں۔اس کے بعد آپ رکوع کی صورت میں خداوند عالم کے سامنے خضوع کا اظہار کرتے ہیں' پھرسجود میں جاتے ہیں جو انتہائی عبودیت کا نمونہ ہے۔اور یوں نماز عقیدے کا عملی اظہاراور بارگاہِ الٰہی میں مستقل حاضری کا احساس ہے۔

آپ اپنے کام کاج میں منہمک رہتے ہیں' کبھی صبح سے دوپہر کے درمیان آپ سے کوئی گناہ سرزد ہوجاتا ہے۔ایسے میں ظہر کی نماز کا وقت آ پہنچتا ہے' تاکہ آپ خدا کے ساتھ اپنے عہد کی تجدید کریں اور آپ نے اسکی جو نافرمانی کی ہے اس پر توبہ کریں۔اگر آپ ظہراورعصر کی نمازعلیحدہ علیحدہ پڑھتے ہوں' تو ایسا ہی عصر کے وقت بھی ہوتا ہے اور یہی صورت مغرب اورعشاء کی نماز میں بھی پیش آتی ہے۔

پس خداوند متعال یہ چاہتا ہے کہ جوں ہی ہم اس سے دور ہوں' فوراًاس کی طرف لوٹ آئیں اوراگراسے بھلا بیٹھیں' تو اس کو یاد کریں۔

نماز کی ایک صفت یہ ہے کہ وہ روحِ مومن کی معراج ہے۔قرآنِ کریم میں اہلِ

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

جنت اور اہلِ جہنم، مومنین اور کافرین کے درمیان ہونے والی جو گفتگو نقل ہوئی ہے اُس میں ہے کہ:

"كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ إِلَّا أَصْحٰبَ الْيَمِينِ فِيْ جَنّٰتٍ يَتَسَاءَلُوْنَ عَنِ الْمُجْرِمِيْنَ مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ."

"ہر نفس اپنے اعمال میں گرفتار ہے، سوائے اصحابِ یمین کے، وہ جنتوں میں رہ کر آپس میں سوال کر رہے ہوں گے، مجرمین کے بارے میں کہ آخر تمہیں کس چیز نے جہنم میں پہنچایا ہے، وہ کہیں گے کہ ہم نماز نہیں پڑھتے تھے۔"

(سورۂ مدثر ۷۴۔ آیت ۳۸ تا ۴۳)

سورۂ مؤمنون میں چند خصائل وصفات کو مومن کی کامیابی کا سبب بتایا گیا ہے، ان ہی میں سے پابندی کے ساتھ نماز پڑھنا بھی ہے۔ ارشاد ہے:

"قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ."

"یقیناً مومنین کامیاب ہوگئے، جو اپنی نمازوں میں خشوع کرنے والے ہیں۔" (سورۂ مؤمنون ۲۳۔ آیت ۱، ۲)

پھر فرماتا ہے:

"وَ الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ."

"اور جو اپنی نمازوں کی پابندی کرنے والے ہیں۔"

(سورۂ مؤمنون ۲۳۔ آیت ۹)

حضرت علیؑ سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

"میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ قرآن کی سب سے زیادہ امید افزا آیت یہ ہے: وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَ زُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ (اور آپ دن کے

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

دونوں حصوں میں اور رات گئے نماز قائم کریں، کہ بے شک نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔ سورۂ ہود۱۱۔ آیت۱۱۴) اور فرمایا: اے علی! قسم اس ذات کی جس نے مجھے حق کے ساتھ بشیر ونذیر بنا کر بھیجا ہے، تم میں سے جو شخص وضو کرتا ہے اس کے اعضا سے گناہ دور ہوتے ہیں اور جب وہ تہہِ دل سے خدا کی طرف رخ کرتا ہے، تو وہ گناہ سے ایسے پاک ہوجاتا ہے جیسے شکمِ مادر سے پیدا ہوتے وقت تھا، اور اگر دو نمازوں کے درمیان اُس سے کوئی لغزش ہوجاتی ہے، تو وہ بھی معاف کردی جاتی ہے۔ اسی طرح آپؐ نے پانچوں نمازوں کو شمار کرایا، پھر فرمایا: اے علی! نماز میری امت کے لئے ایسی ہی ہے جیسے تم میں سے کسی کے دروازے کے سامنے نہر بہتی ہو۔ بتاؤ اگر اس شخص کے بدن پر میل ہو اور وہ دن میں پانچ بار اس نہر میں نہائے، تو کیا اس کے بدن پر میل کچیل باقی رہے گی؟ خدا کی قسم میری امت کے لئے پانچ وقت کی نماز ایسی ہی ہے۔" (مجمع البیان۔ ج۵۔ ص۳۰۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی سے منقول ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

"اوّل ما ینظر فی عمل العبد فی یوم القیامة صلاته، فان قبلت نظر فی غیرها، وان لم تقبل لم ینظر فی عمله بشیء."

"روزِ قیامت بندے کے اعمال میں سب سے پہلے نماز کو دیکھا جائے گا۔ اگر نماز قبول ہوگئی، تب دوسرے اعمال دیکھے جائیں گے، اور اگر نماز قبول نہ ہوئی، تو کوئی عمل قبول نہیں ہوگا۔" (بحار الانوار۔ ج۸۲۔ ص۲۲۷۔ ح۵۳)

حضرت علی علیہ السلام کی ایک اور وصیت میں منقول ہے کہ:

"اوصیکم بالصلاة وحفظها، فانّها خیر العمل، وهی عمود دینکم."

"میں تمہیں نماز اور اس کی حفاظت کی وصیت کرتا ہوں۔ بے شک، نماز

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

بہترین عمل ہے اور یہ تمہارے دین کا ستون ہے۔"

(اصولِ کافی۔ج۳۔ص۲٦٦۔ح۹)

نماز' انسان کا زیادہ وقت نہیں لیتی' جبکہ بہت سے لوگ گھنٹوں ٹیلی ویژن دیکھتے اور کھیل کود میں مشغول رہتے ہیں اور نماز کا وقت آنے پر اٹھتے ہیں' تو ایسا لگتا ہے جیسے اُن پر ہزاروں من کا بوجھ لدا ہوا ہے۔ خداوند عالم فرماتا ہے:

"وَ اِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا انْفَضُّوْآ اِلَيْهَا وَ تَرَكُوْكَ قَآئِمًا قُلْ مَا عِنْدَ اللهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَ مِنَ التِّجَارَةِ وَ اللهُ خَيْرُ الرَّازِقِيْنَ."

"اور اے پیغمبر جب یہ لوگ تجارت یا لہو و لعب کو دیکھتے ہیں' تو اس کی طرف دوڑ پڑتے ہیں اور آپ کو تنہا کھڑا چھوڑ دیتے ہیں۔ آپ ان سے کہہ دیجئے کہ خدا کے پاس جو کچھ بھی ہے وہ اس کھیل اور تجارت سے بہر حال بہتر ہے اور وہ بہترین رزق دینے والا ہے۔"

(سورۂ جمعہ۶۲۔آیت ۱۱)

یہ آیت نمازِ جمعہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اسبابِ نزول میں لکھا ہے کہ دحیہ کلبی مسلمان ہونے سے پہلے ایک مرتبہ اس وقت سامانِ تجارت لے کر مدینہ آئے جس وقت رسول اللہؐ خطبہ دے رہے تھے۔ لوگ سامان خریدنے کے لئے اُن کی طرف دوڑے' مسجد میں صرف بارہ آدمی رہ گئے ۔ یہ حالت دیکھ کر رسول اللہؐ نے فرمایا: اگر یہ بارہ آدمی نہ ہوتے تو ان پر آسمان سے پتھر برستے۔ اس موقع پر خدا نے سورۂ جمعہ کی مذکورہ آیت نازل فرمائی۔ (تفسیر المیزان ۔ج۱۹۔ص۲۸۸)

اگرچہ یہ آیت سورۂ جمعہ کی ہے' لیکن نمازِ جمعہ ہی سے مخصوص نہیں ہے' بلکہ ہر نماز کے لئے' اور ہر اُس موقع کے لئے ہے جب کسی الٰہی فریضے کی ادائیگی اور کسی دنیاوی بات میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنا ہو۔

انسان کو چاہئے کہ نماز کی شرائط پر عمل کرے اور گھریلو زندگی میں نماز کا ماحول فراہم

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

کرے۔ خداوندِ عالم نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا ہے:

"وَ اْمُرْ اَھْلَکَ بِالصَّلٰوۃِ وَ اصْطَبِرْ عَلَیْھَا۔"

"اور اپنے اہلِ خانہ کو نماز کا حکم دیجئے اور اس پر صبر کیجئے۔"

(سورۂ طٰہٰ ۲۰۔ آیت ۱۳۲)

کیونکہ نماز کو سمجھ کر پڑھنے، اس میں خضوع وخشوع برقرار رکھنے اور اس میں پڑھے جانے والے اذکار اور اسکے افعال سے سبق حاصل کرنے کے لئے صبر کی ضرورت ہوتی ہے۔ لہٰذا انسان کو نماز پڑھنے میں اس شخص کی طرح عجلت نہیں کرنی چاہئے جو اس سے بغیر کوئی سبق حاصل کئے اور بس فارغ وقت پُر کرنے کے لئے اس سے فراغت پانا چاہتا ہو۔

نماز اپنے گہرے معنی میں ہر اُس نعمت پر خدا کا شکر ہے جو اس نے اپنے بندے کو عطا کی ہے، اور خدا سے بندے کے لگاؤ اور اُس سے محبت کا اظہار ہے۔ روایت میں ہے کہ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: جب خدا نے آپ کو جنت دینے کا وعدہ کیا ہے، تو پھر آپ نماز کیوں پڑھتے ہیں اور عبادت میں اتنی زحمت کیوں اٹھاتے ہیں؟ آنحضرتؐ نے فرمایا:

"افلا اکون عبداً شکوراً؟"

"کیا میں اس کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟"

اسی بنیاد پر تارکینِ نماز خداوندِ عالم سے بد معاملگی کے مرتکب ہوتے ہیں۔

ابوحمزہ ثمالیؒ نے امام زین العابدینؑ سے جس دعا کی روایت کی ہے اس میں آیا ہے کہ:

"تتحبّب الینا بالنعم، ونعارضک بالذنوب، خیرک الینا نازل، وشرّنا الیک صاعد، ولم یزل ولا یزال ملک کریم یاتیک عنّا فی کل یوم بعمل قبیح، فلا یمنعک ذالک ان تحوطنا بنعمک و تتفضل علینا بآلائک۔"

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

"تو اپنی نعمتوں سے ہمارے حق میں محبت سے کام لیتا ہے اور ہم گناہ کر کے تجھ سے دشمنی کرتے ہیں۔ تیری برکتیں ہم پر مسلسل نازل ہوتی ہیں اور ہماری بدکاری تیری طرف بلند ہوتی ہے۔تو ازلی وابدی کریم ہے ۔ہم تیری بارگاہ میں بُرے افعال کے ساتھ حاضر ہوتے ہیں لیکن یہ بھی تجھے ہم پر نعمتوں کی بارش سے نہیں روکتا۔ تو ہمیں اپنی نعمتوں سے نوازتا رہتا ہے۔"

دوسری طرف اگر انسان اپنے اہل وعیال، دوستوں اور اپنے ساتھ رہنے والوں سے محبت کرتا ہے تو اُسے چاہئے کہ انھیں نماز کی تلقین کرے۔ کیونکہ نماز دین کا ستون ہے، اگر ستون گر جائے گا تو پوری عمارت گر پڑے گی اور یہ عمارت پوری زندگی ہے۔ خداوندِ عالم کا ارشاد ہے:

" يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّ قُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمْ وَ يَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ."

"اے ایمان لانے والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے، جس پر نہایت تندخو اور سخت مزاج فرشتے مقرر ہیں، وہ حکمِ خدا کی مخالفت نہیں کرتے ہیں اور جو حکم دیا جاتا ہے اُسی پر عمل کرتے ہیں۔" (سورۂ تحریم ۶۶۔ آیت ۶)

کیونکہ اولاد کو دینی امور سکھانے کی ذمے داری ماں باپ پر عائد ہوتی ہے، اس لئے انھیں چاہئے کہ اولاد کے دینی وایمانی شعور کو پختہ کریں، اُن کے ذہنوں میں اسلامی عقیدے کو محکم کریں اور اُنھیں اس بات پر ابھاریں کہ وہ عملی زندگی میں اسلام کے پابند رہیں۔ قبل اسکے کہ کافروں، منحرفوں اور مستکبروں میں سے گمراہ کرنے والے انھیں کفر کے رنگ میں رنگیں اور کفر کے عادات ورسوم کا عادی بنائیں۔

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

اس سلسلے میں کوتاہی کرنا ایسا ہی ہے جیسے مسلمانوں کے شہروں کو فوجی حملے سے محفوظ رکھنے میں کوتاہی کرنا' کیونکہ امت کے افکار پر غیروں کا تسلّط جغرافیائی علاقوں پر اُن کے تسلّط سے زیادہ خطرناک بات ہے۔اس لئے کہ اس کے بعد کفار اورمستکبرین اسلام پر داخلی اور خارجی ہر محاذ سے حملہ کریں گے۔

اسی لئے حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ:" نماز کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا کہ وہ تمہارے دین کا ستون ہے۔" اس سلسلے میں ہمیں اپنی ذمے داری پوری کرنا چاہئے۔

☆☆☆

"وَاللّٰهَ اللّٰهَ فِيْ بَيْتِ رَبِّكُمْ لَا تُخْلُوْهُ مَابَقِيْتُمْ."

"اوراپنے رب کے گھر کے بارے میں خدا سے ڈرتے رہنا' جیتے جی اسے خالی نہ چھوڑنا۔"

حضرت علی علیہ السلام کی اس ندا سے حجِ بیت اللہ کی اہمیت کا علم ہوتا ہے۔ یہ وہ پہلا گھر ہے جو روئے زمین پر لوگوں کے لئے بنایا گیا۔ خداوندِعالم کا ارشاد ہے:

"اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّ هُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ فِيْهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ."

"بے شک سب سے پہلا مکان جو لوگوں کے لئے بنایا گیا ہے' وہ مکہ میں ہے' وہ بابرکت ہے اور عالمین کے لئے ہدایت ہے۔ اس میں کھلی ہوئی نشانیاں مقامِ ابراہیم ہے' جو اس میں داخل ہو جائے گا وہ محفوظ ہو جائے گا۔اور لوگوں پر واجب ہے کہ وہ خدا کے لئے اس گھر کا حج کریں' اگر اس تک پہنچنے کی استطاعت رکھتے ہوں' اور جو کافر ہو جائے تو خدا تمام عالمین

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

سے بے نیاز ہے۔" (سورۂ آلِ عمران ۳۔ آیت ۹۶، ۹۷)

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مخاطب کر کے فرمایا ہے:

"وَ اَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْکَ رِجَالًا وَّ عَلٰی کُلِّ ضَامِرٍ یَّاْتِیْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ لِّیَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَ یَذْکُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِیْٓ اَیَّامٍ مَّعْلُوْمَاتٍ عَلٰی مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِیْمَةِ الْاَنْعَامِ."

"اور لوگوں کے درمیان حج کا اعلان کر دو کہ وہ دور دراز مقامات سے پیدل اور لاغر سواریوں سے تمہاری طرف آئیں گے، تاکہ اپنے منافع کا مشاہدہ کریں اور چند معین دنوں میں ان چوپایوں پر اللہ کا نام لیں جو خدا نے انھیں بطورِ رزق عطا کیے ہیں۔" (سورۂ حج ۲۲۔ آیت ۲۷، ۲۸)

ایک روایت میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ ہشام بن حکم نے آپؑ سے خانۂ کعبہ کے حج اور اس کے طواف کا سبب دریافت کیا، تو آپؑ نے فرمایا:

"انّ اللّٰه خلق الخلق...وامر هم بما یکون من امر الطاعة فی الدین، ومصلحتهم من امر دنیاهم، فجعل فیه الاجتماع من المشرق والمغرب لیتعارفوا..."

"بے شک خدا نے مخلوق کو خلق کیا۔۔۔۔ اور انھیں اس چیز کا حکم دیا جو دین میں اطاعت ہے اور جس میں ان کا دنیوی فائدہ ہے۔ اور حج میں مشرق اور مغرب کے رہنے والے جمع ہوتے ہیں، تاکہ ایک دوسرے کو پہچان لیں۔" (علل الشرائع۔ ص ۴۰۵۔ ح ۶)

خانۂ کعبہ کی اہمیت اس سے بھی واضح ہوتی ہے کہ خداوند عالم نے خاص حکم دے کر اسے بنوایا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ حکم دیا کہ وہ اس مقام پر اپنے ہاتھوں سے ایک گھر تعمیر کریں۔ یہی حکم دوسری مسجدوں کی تعمیر کے لئے بھی ہے۔ خدا نے یہ گھر اس لئے تعمیر کرایا تھا، تاکہ تمام دنیا کے لوگ اس میں عبادت کریں اور پوری دنیا اس کا

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

حج کرے، اس میں نماز پڑھے۔ اسی طرح خدا یہ بھی چاہتا ہے کہ لوگ اپنے شہر کی مسجد میں نماز ادا کریں، چنانچہ مسجد میں نماز پڑھنے کو گھر میں نماز پڑھنے سے افضل قرار دیا گیا ہے، اور لوگوں سے یہ مطالبہ کیا گیا ہے کہ وہ خدا کی عبادت کے لئے اس گھر کا حج کریں اور وہاں ایک دوسرے سے ملاقات کریں۔ جیسا کہ خداوندعالم کے اس قول سے ثابت ہوتا ہے کہ:
لِّيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ (تاکہ وہ اپنے منافع کو دیکھ لیں۔ سورۂ حج ۲۲۔ آیت ۲۸)

لہٰذا حج ایک عالمی مناسبت ہے، جس کے دوران ساری دنیا کے لوگ ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں، تاکہ وہ اپنے امور کے بارے میں غوروفکر کریں اور فکر وخیال اور علوم واخبار کا تبادلہ کریں، تاکہ انھیں اپنے مضبوط اور محکم روابط کا احساس ہو۔ ان لوگوں کو ایک دوسرے سے ملانے والا یہی کعبہ ہے، جو ان کا قبلہ ہے، جس کی طرف رخ کرکے وہ ایک خدا کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ حج ہی سے اُن میں اتحادو یکجہتی کا احساس پیدا ہوتا ہے جو انھیں کسی بھی ایسی طاقت کے سامنے جھکنے سے روکتا ہے جو انھیں تباہ کرنا چاہتی ہے۔

حج سے مسلمانوں کو بہت سے مادّی اور معنوی فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ عبادت بھی ہوتی ہے اور ایک دوسرے سے ملاقات بھی۔ اسی طرح لوگوں کے درمیان اقتصادی معاملات اور تجارت بھی ہوتی ہے۔

خدا نے حج میں جن مناسک کو واجب کیا ہے، اُن میں بہت سے ایسے تربیتی امور ہیں جو زندگی میں انسان کی ڈگر کو صحیح کرنے میں کافی اثر رکھتے ہیں۔

خدا نے اپنے گھر کا طواف واجب کیا ہے، تو یہ اس بات کی دلالت ہے کہ جو مسلمان خدا کے گھر کا طواف کرتا ہے، وہ ظالموں سے مدد اور معاونت کے حصول کے لئے اُن کے گھر کا چکّر نہیں لگاتا، اور نہ ہی وہ فسق وفجور کے اڈے، قحبہ خانے اور کلب وغیرہ کے پاس پھٹکتا ہے، وہ کافروں، مشرکوں اور فاسقوں کے گھر نہیں جاتا۔ کیونکہ ان کا خدا سے کوئی تعلق نہیں ہے، قرآنِ مجید میں حضرت لوطؑ کی زبانی نقل ہوا ہے:

"فَآمَنَ لَهُ لُوْطٌ وَ قَالَ اِنِّيْ مُهَاجِرٌ اِلٰى رَبِّيْ."

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

"پھر لوط ابراہیم پر ایمان لے آئے اور انھوں نے کہا کہ میں اپنے رب کی طرف ہجرت کر رہا ہوں۔" (سورۂ عنکبوت ۲۹۔ آیت ۲۶)

حج ایک انتہائی گہرے معنی و مفہوم کی حامل عبادت ہے، اس کا تعلق زندگی سے ہے، حتیٰ روایت میں آیا ہے کہ جو شخص خلوص کے ساتھ حج کرتا ہے، وہ حج سے فراغت کے بعد ایسے ہی گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے جیسے پیدائش کے وقت گناہوں سے پاک تھا۔

امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں:

"حق الحجّ ان تعلم انه وفادة الی ربّک، وفرار من ذنوبک، وبه قبول توبتک، وقضاء الفرض الّذی اوجبه اللّٰه علیک."

"حج کا حق یہ ہے کہ تم یہ جان لو کہ حج تمہارا خدا کی طرف سفر اور گناہوں سے تحفظ ہے۔ اس کے وسیلے سے تمہاری توبہ قبول ہوتی ہے اور اس کے ذریعے وہ فریضہ انجام پاتا ہے جو خدا نے تم پر واجب کیا ہے۔"

(خصال۔ ص ۵۶۶۔ ح ۱)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

"الحاجّ علیٰ ثلاثة اصناف: صنفٌ یُعتق من النّار، وصنفٌ یخرج من ذنوبه کهیئة یوم ولدته امّه، صنفٌ یُحفظ فی اهله وماله، وهو ادنیٰ ما یرجع به الحاجّ."

"حاجیوں کی تین قسمیں ہیں: ایک قسم اُن حاجیوں کی ہے جنھیں جہنم سے نجات دے دی جاتی ہے، دوسری قسم اُن حاجیوں کی ہے جو گناہوں سے اس طرح پاک ہو جاتے ہیں جس طرح پیدائش کے وقت گناہوں سے پاک تھے، تیسری قسم اُن حجاج کی ہے جو اپنے مال اور اہل کی حفاظت کر لیتے ہیں۔ یہ وہ معمولی ترین فائدہ ہے جو حج کرنے والے کو پہنچتا ہے۔"

(اصولِ کافی۔ ج ۴۔ ص ۲۰۶۔ ح ۴۰)

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

ہوسکتا ہے عام لوگوں کے ذہن میں یہ بات آئے کہ حج کرنے والے کو لوگ حاجی کہہ کر مخاطب کرتے ہیں، جبکہ حج دوسرے واجبات جیسے نماز اور روزہ وغیرہ ہی کی طرح ایک واجب عبادت ہے لیکن ہم نہیں سنتے کہ کسی نمازی کو مصلّی کے لقب سے پکارا جاتا ہو، جبکہ حج کرنے والے کو حاجی اور حاج کہا جاتا ہے۔ یہ شاید اس بات کی دلیل ہے کہ اسلامی معاشرے میں حج ایک انتہائی اہم عبادت کا درجہ رکھتی ہے۔

لہٰذا جب کسی مرد کو حاجی پکارا جائے، یا کسی عورت کو حجن کہا جائے، تو اس موقع پر اسے چاہئے کہ وہ اپنے اس طواف کو یاد کرے جو اس نے خدا کے لئے کیا تھا، اس سعی کو یاد کرے جو اُس نے قربۃً الی اللہ صفا و مروہ کے درمیان کی تھی، عرفات و مشعر الحرام کے وقوف میں کثرت سے کئے گئے ذکرِ الٰہی کو یاد کرے، منیٰ میں جو اعمال بجا لایا تھا ان کا تصور ذہن میں لائے۔ شیطان کو کنکریاں مارنا، قربانی کرنا، سر منڈوانا وغیرہ جیسے مناسک اس لئے ہیں تاکہ آپ کو یہ احساس رہے کہ اس عبادی سفر میں انجام دی گئی یہ مختلف عبادات آپ پر لازم کرتی ہیں کہ آپ اپنی پوری زندگی کو خدا کے سامنے طواف قرار دیں، اس کی رضا کے حصول کے لئے سعی کریں، انسانوں اور جناتوں میں سے ہر اُس شیطان کو کنکری مارنے کو زندگی کا شعار بنائیں جو آپ کی زندگی کو جہنم بنانے کی کوشش کرتا ہے۔

اگر یہ نہ کہا جاسکے کہ حج اپنے مختلف مناسک میں ساری عبادتوں کو سمیٹے ہوئے ہے، تو یہ تو بہرحال کہا جاسکتا ہے کہ حج اکثر عبادتوں کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ خداوند عالم اپنے آپ سے تعلق رکھنے والے اس عبادی عمل کے ذریعے چاہتا ہے کہ بندہ اپنی پوری زندگی میں اسی نہج کے مطابق عمل کرے جو خدا نے اس کے لئے حج میں وضع کی ہے۔ اس بات پر بہت سی حدیثوں میں بھی زور دیا گیا ہے، ان ہی میں سے ایک حدیث یہ ہے:

”ثلاث مَن لم یکنّ فیہ لم یتمّ لہ عمل: ورع یحجزہ عن معاصی اللّٰہ، وخلق یداری بہ الناس.“

”جس شخص میں یہ تین خصلتیں نہ ہوں اس کا عمل ناقص ہے: ایسا ورع جو

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

اسے خدا کی معصیت سے روکے' ایسا اخلاق جس سے لوگوں کے ساتھ نرمی سے پیش آئے۔"

یعنی لوگوں کے ساتھ اس طرح پیش آئے جس سے اُن کے جذبات کو ٹھیس نہ پہنچے'

ایک حدیث میں رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے:

"اَمَرَنِی رَبّی بمداراة الناس کما اَمَرَنی باداء الفرائض."

"خدا نے مجھے لوگوں کے ساتھ نرمی سے پیش آنے کا حکم دیا ہے' اُسی طرح جیسے مجھے فرائض کی ادائیگی کا حکم دیا ہے۔"

(وسائل الشیعہ۔ج ۱۲۔ص ۲۰۰۔ح ۲۱)

تیسری خصلت حلم ہے:

"وحلم یرد به جهل الجاهل."

"اور حلم سے جاہل کی جہالت کو دفع کیا جاتا ہے۔"

(اصولِ کافی۔ج ۲۔ص ۱۶۶۔ح ۱)

لہٰذا انسان کو لوگوں سے فراخ دلی کے ساتھ پیش آنا چاہئے۔

اسی طرح ایک حدیث میں ہے کہ:

"ما یعبا بمن یوم هذاالبیت اذا لم یکن فیه ثلاث خصال: ورع یحجزه عن معاصی الله' وحلم یردّ به غضبه' وحسن الصحابه لمن صحبه."

"جو شخص اِس گھر کے حج کا ارادہ کرے اور اس میں یہ تین خصوصیات نہ پائی جائیں' تو ایسے شخص کی کوئی وقعت نہیں: ایسا ورع جو اسے خدا کی معصیت سے باز رکھے' ایسا حلم جو اس کے غصے پر قابو رکھے اور اپنے رفیق اور ساتھی کے ساتھ اچھی ہمنشینی اور اچھی رفاقت۔" (خصال۔ص ۱۴۸' ۱۸۰)

☆☆☆

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

"فَاِنَّهُ اِنْ تُرِکَ لَمْ تُناظَرُوْا."

"کیونکہ اگر یہ خالی چھوڑ دیا گیا' تو پھر (عذاب سے) مہلت نہ پاؤ گے۔"

امام علی علیہ السلام نے اپنی وصیت میں اس بات پر بھی زور دیا ہے کہ خانۂ کعبہ کو سال بھر لوگوں سے بھرا رہنا چاہئے' چاہے حج پر آنے والوں کے ذریعے' چاہے عمرے کے لئے آنے والوں سے۔

فرماتے ہیں:"فَاِنَّهُ اِنْ تُرِکَ لَمْ تُناظَرُوْا." یعنی اگر لوگوں نے خانۂ کعبہ کو خالی چھوڑا تو ان پر عذاب نازل ہوگا۔ آپؑ کے درجِ ذیل قول سے بھی یہی مراد ہے:

"لو ترک الناس الحج لما نوظروا العذاب."

"اگر لوگوں نے حج چھوڑ دیا' تو ان پر عذاب نازل ہوگا۔"

(وسائل الشیعہ۔ج ۱۱۔ب ۴۔ح ۱)

سدیر سے مروی ہے کہ انھوں نے کہا: میں نے امام محمد باقر علیہ السلام کے سامنے خانۂ کعبہ کا ذکر کیا' تو آپؑ نے فرمایا:

"لو عطّلوه سنة واحدة لم يناظروا."

"اگر لوگوں نے ایک سال کے لئے بھی خانۂ کعبہ (کا حج و عمرہ) چھوڑا' تو اُن پر عذاب نازل ہوگا۔"

حج واجب ہے' جیسا کہ خداوند عالم کا ارشاد ہے:

"وَ لِلّٰهِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْهِ سَبِیْلاً وَ مَنْ کَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ."

"اور لوگوں پر اللہ کے لئے اس گھر (کعبہ) کا حج واجب ہے' اگر وہ اس تک پہنچنے کی استطاعت رکھتے ہوں' اور جو کوئی کافر ہو جائے' تو خدا تمام عالمین سے بے نیاز ہے۔" (سورۂ آلِ عمران ۳۔ آیت ۹۷)

وَ مَنْ کَفَرَ کی تفسیر میں آیا ہے کہ "جو شخص حج نہ کرے" اور اس سے مراد عملی کفر

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

ہے۔ واضح رہے کہ خدا کو اس بات کی ضرورت نہیں کہ لوگ اس کے گھر کا حج کریں، بلکہ حج سے خود انسان کو دنیاوی فوائد حاصل ہوتے ہیں اور آخرت میں بھی اسکے اجر و ثواب سے مستفید ہوتا ہے۔ اور اللہ تو عالمین سے بے نیاز ہے۔

ایک دوسری جگہ ارشادِ الٰہی ہے:

"یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَی اللّٰهِ وَ اللّٰهُ هُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ."

"اے لوگو! تم سب خدا کے محتاج ہو اور اللہ صاحب دولت اور لائقِ حمد و ثنا ہے۔" (سورۂ فاطر ۳۵۔ آیت ۱۵)

اسکے باوجود ہم دیکھتے ہیں کہ بعض لوگ مشرق اور مغرب کا سفر کرنے کے لئے تیار رہتے ہیں، لیکن جب حج کا زمانہ آتا ہے، تو اُن کے سر پر دنیا جہان کی مشغولیتیں اور مشکلیں سوار ہو جاتی ہیں!! یہ خدا سے کیسی محبت ہے؟

بعض افراد حج کی استطاعت کے باوجود حج نہیں کرتے۔ ان کی اولادیں مستطیع ہو جاتی ہیں، تو وہ انھیں بھی یہ کہہ کر حج سے روکتے ہیں کہ جب تمہاری شادی ہو جائے تب حج کو چلے جانا، گویا حج بڑے بوڑھوں کی عبادت ہے۔ جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ اُن کی اولاد مختلف ملکوں کا سفر کرتی ہے اور وہ اسے کچھ نہیں کہتے، بلکہ بعض لوگ اسے ترقی یافتہ دین کہتے ہیں جو بدعت کی ڈگر پر چلتا ہے۔ یہ لوگ خدا کے اس قول کا مصداق ہیں:

"اَلَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ وَ یَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ."

"جو خود بھی بخل کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی بخل کرنے کا حکم دیتے ہیں۔"

(سورۂ نساء ۴۔ آیت ۳۷)

حج کو اتنی اہمیت دی گئی ہے کہ اگر کوئی انسان استطاعت رکھنے کے باوجود حج نہ کرے، تو وہ دین سے خارج ہو جائے گا۔ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

"مَن مات ولم یحج حجة الاسلام، لم یمنعه من ذلک حاجة تجحف به، او مرض لا یطبق فیه الحج، او سلطان یمنعه،

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

فلیمت یھودیاً او نصرانیاً."

"اگر کسی شخص کے حج کرنے میں کوئی حاجت یا بادشاہ یا مرض رکاوٹ نہ ہو اور وہ حج کیے بغیر مرجائے، تو ایسا شخص یہودی یا نصرانی کی موت مرے گا۔"

(وسائل الشیعہ ۔ ج ۱۲۔ باب ۷۔ ح ۱)

یعنی ایسے شخص کی موت مذہبِ اسلام پر رہتے ہوئے واقع نہ ہوگی۔

امام جعفر صادق علیہ السلام ہی فرماتے ہیں:

"لو انّ النّاس ترکوا الحج، لکان علیٰ الوالی ان یجبرھم علیٰ ذالک وعلیٰ المقام عندہ، ولو ترکوا زیارۃ النبی (ص) لکان علی الوالی ان یجبرھم علیٰ ذالک وعلی المقام عندہ، فان لم یکن لھم اموال انفق علیھم من بیت مال المسلمین."

"اگر لوگ حج کرنا چھوڑ دیں، تو حاکمِ وقت کو چاہئے کہ وہ انھیں حج پر مجبور کرے اور اگر نبی کی زیارت چھوڑ دیں، تو حاکمِ وقت کو چاہئے کہ وہ انھیں آپ کی زیارت اور وہاں ٹھہرنے پر مجبور کرے۔ اور اگر ان لوگوں کے پاس حج کرنے کے لئے پیسہ نہ ہو، تو حاکم کو چاہئے کہ حج کے لئے انھیں بیت المال سے پیسہ دے۔" (وسائل الشیعہ ۔ ج ۱۲۔ باب ۶۔ ح ۲)

جو کچھ بیان ہوا، اُس سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ حج انسان کو خدا تک پہنچاتا ہے۔ اگر آپ استطاعت رکھتے ہوئے حج کرتے ہیں، تو آپ دنیا سے مسلمان اُٹھیں گے اور اگر حج کیے بغیر آپ کی موت واقع ہوگئی، تو آپ غیر مسلم کی مانند مریں گے۔

☆☆☆

"وَاللّٰهَ اللّٰهَ فِی الْجِهَادِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ وَاَلْسِنَتِكُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ."

"اپنے اموال، جان اور زبان سے راہِ خدا میں جہاد کے سلسلے میں خدا سے

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

ڈرتے رہتے"

قرآن مجید کی بکثرت آیات میں راہِ خدا میں جان اور مال سے جہاد کے بارے میں گفتگو کی گئی ہے۔ اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ یہ لفظ دشمن سے معرکہ آرائی کے معنی میں استعمال ہوگا کیونکہ جہاد کے بارے میں اکثر آیتیں مسلمانوں اور دشمنانِ اسلام کے درمیان جنگ سے متعلق ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ جہاد صرف جنگ ہی میں منحصر نہیں ہے' بلکہ اس میں مقابلے کی وہ تمام صورتیں شامل ہیں جن کا مردِ مسلم کو غیر مسلموں کے ساتھ مقابلے کے ان تمام میدانوں میں سامنا کرنا پڑتا ہے جن میں اسے عظیم اسلامی مقاصد کو جامۂ عمل پہنانے کا مکلف قرار دیا گیا ہے۔

خواہشِ نفس سے مقابلے کو بھی جہاد کہا جاتا ہے' بلکہ اسے جہادِ اکبر کہا گیا ہے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت علی اس وصیت میں جہاد کی ایک نئی قسم کو بھی داخل فرماتے ہیں اور وہ ہے جہاد باللسان یعنی زبان سے جہاد۔

اس لحاظ سے ہم جہاد کی مختلف اقسام کے بارے میں گفتگو کر سکتے ہیں' کیونکہ مسلمانوں کے خلاف ٹکراؤ اور مقابلے کے جو حالات پیدا کئے جاتے ہیں اُن کی بہت سی قسمیں ہوتی ہیں۔ مثلاً مسلمانوں کو کمزور کرنے' اُن کے حوصلے پست کرنے اور اُن کے درمیان تفرقہ ڈالنے کے لئے بہت سی چالیں چلی جاتی ہیں۔

ا۔ سیاسی جہاد

امتِ مسلمہ کے سامنے بہت سے چیلنجز ہیں' ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ مسلمان اپنی آزادی کے لئے کوشش نہ کریں۔ پس مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ اس سلسلے میں سیاسی جہاد کریں' اس مقصد کے لئے اربابِ حل وعقد میں سے جو لوگ داخل وخارج میں امت کی سیاسی تحریک کی قیادت سنبھال سکتے ہیں انہیں چاہئے کہ امتِ مسلمہ کو عدالت اور آزادی کے ہدف کے لئے اکٹھا کریں' تاکہ ساری امت دشمن کے مقابل ایک صف میں

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

کھڑی ہو جائے۔

یہ جہاد امت پر اس وقت فرض ہوگا جب وہ سیاسی اسباب کو بروئے کار لائے گی اور سیاست کو کھیل، دوسروں سے حساب برابر کرنے یا مفاد پرستی کا حربہ نہیں سمجھے گی۔ سیاست کو امت کی حمایت وسلامتی کے لئے ذمے دارانہ خطوط پر آگے بڑھنا چاہئے۔ کیونکہ مسلمانوں پر ہر صورت میں اسلام کے فروغ کی ذمے داری عائد ہوتی ہے، اُن پر انسانیت کی خدمت اور قیامِ عدل کے لئے جدوجہد لازم ہے۔ اُن کو اس راہ پر نہیں چلنا چاہئے جس پر وہ لوگ چلتے ہیں جو اقدار اور عظیم مقاصد سے دور رہتے ہوئے انسان کو آگے بڑھانا چاہتے ہیں اور زندگی کو اسکی گہرائی اور معنویت سے محروم کرنا چاہتے ہیں۔

اس بنیاد پر امتِ مسلمہ کی ہر جماعت اور گروہ پر لازم ہے کہ وہ خود کو امت کے امور کا ذمے دار سمجھے اور اسے جو چیلنجز درپیش ہیں اُن سے مقابلے کے لئے اسکی مدد کرے، اور سیاسی جہاد میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑے، یہاں تک کہ اس میدان میں امت خود کفیل ہو جائے۔

اس صورت میں امت کے ہر فرد کا اُس شخص کے مقابل اٹھ کھڑے ہونا فطری بات ہے جو اس راہ میں روڑے اٹکاتا ہے، یا اس پر ایسے حکام کو مسلّط کرتا ہے جو اُس پر ظلم کرتے ہیں، یا اُس کے دشمنوں کی مدد کرتا ہے۔ امت پر لازم ہے کہ اس شخص کے خلاف جہاد کرے جو اُس کے اُن منصوبوں پر پانی پھیرنا چاہتا ہے اور اُن پالیسیوں کو ناکام بنانا چاہتا ہے جن سے اسکے معاملات منظم ہوتے اور اسکے امور کی اصلاح ہوتی ہے۔

۲۔ فکری جہاد

بعض خطرات کا تعلق امت کے نظریات وعقائد سے ہے۔ بہت سے لوگ امت کے عقائد کو کمزور کرنے کی کوششوں میں مصروف ہیں، یا اس کے عقائد مسخ کرنے کے لئے کوشاں ہیں، یا انھیں تباہ کرنے کی فکر میں ہیں۔ کہتے ہیں اسلام پسماندہ لوگوں کا دین ہے،

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

اسلام ماضی کا دین ہے' وہ دورِ حاضر کے مسائل حل نہیں کرسکتا' مستقبل کی تعمیر نہیں کرسکتا۔

علما و مفکرین پر لازم ہے کہ ایسے لوگوں سے مقابلہ کریں اور اس نظریاتی جنگ کے لئے تیار ہوں۔ اس مقصد کے لئے انھیں اغیار کے پھیلائے ہوئے تمام شبہات رفع کرنے چاہئیں' تمام اعتراضات دور کرنے چاہئیں اور ہر سوال کا جواب دینا چاہئے' یہاں تک کہ ملت اپنے عقیدے اور نظریئے پر بھروسہ کرے' اُسے بہکانے والے غیروں کی پروا نہ رہے اور دوسروں کی طرف سے کئے جانے والے تمام حملوں سے محفوظ رہے اور اُن کی طرف سے پیدا کئے جانے والے تمام چیلنجوں کا جواب دے سکے۔

حدیثِ رسولؐ ہے:

"اذا ظهرت البدع فی امّتی فلیُظهر العالم علمه' فمن لم یفعل فعلیه لعنة اللّٰه."

"جب میری امت میں بدعت ظاہر ہو' تو اس وقت عالم کو اپنے علم کا اظہار کرنا چاہئے' اگر اس موقع پر عالم اپنے علم کا اظہار نہ کرے' تو اس پر خدا کی لعنت ہے۔" (اصولِ کافی۔ ج ۱۔ ص ۵۴۔ ح ۲)

ایسی کسی بھی چیز کے ظاہر ہونے پر عالم کو (خواہ وہ رائج معنی میں عالم ہو خواہ عام معنی میں) فوری طور پر اسکی روک تھام کرنی چاہئے' اُسے اِس انتظار میں نہیں رہنا چاہئے کہ لوگ اس سے سوال کریں تب وہ انھیں اسلام کی تعلیمات سے روشناس کرائے گا۔ اسے خود آگے بڑھنا چاہئے۔ کیونکہ امت اپنے دین سے واقف نہیں ہے' نہ اپنے اسلام کی تعلیم اور فکر سے آشنا ہے اور نہ معاشرے میں اپنے کردار سے آگاہ ہے۔ یہ ایسی امت ہے جسے گمراہ افراد گمراہ کرسکتے ہیں اور منحرف افراد منحرف کرسکتے ہیں۔ اور یہی سیرتِ رسولؐ اور سیرتِ ائمۂ اہلِ بیتؑ ہے۔

اس صورت میں ہم سمجھتے ہیں کہ کسی صاحبِ علم کے پاس گھر میں بیٹھے رہنے کا کوئی بہانہ نہیں' بلکہ اسے چاہئے کہ وہ لوگوں کے پاس جائے اور انھیں مختلف شعبہ ہائے زندگی

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

کے بارے میں اُن کی ذمے داریوں سے آشنا کرے۔ خصوصاً جب اسلام دشمن طاقتوں کی طرف سے مسلمانوں کے عقیدے، شریعت، کتاب، سیاست اور معاشرت پر مختلف قسم کے اعتراض کیے جائیں، تو ان اعتراضات کی حقیقت سے لوگوں کو آگاہ کرنے کے لیے کوئی بھی صاحبِ علم خود کو بری الذمہ قرار دے کر الگ تھلگ نہیں رہ سکتا۔ کیونکہ زیادہ تر لوگ حق و باطل میں تمیز نہیں کر پاتے۔ ظاہر ہے کہ جو حق و باطل میں تمیز نہ کرسکے، وہ غیروں کی طرف سے پیش کیے ہوئے حق نما باطل کا شکار ہو جاتا ہے۔

اس صورت میں علما پر واجب ہے کہ وہ امت کو حقائق سے آگاہ کرنے اور اُس کی تعلیم و تربیت کے لیے قدم اٹھائیں اور امت پر یہ فریضہ عائد ہوتا ہے کہ وہ علما سے مسائل دریافت کرے۔ علم کو چھپانے والوں کے بارے میں خداوندِ عالم کا ارشاد ہے:

"اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ وَ الْھُدٰی مِنْ بَعْدِ مَا بَیَّنّٰہُ لِلنَّاسِ فِی الْکِتٰبِ اُولٰٓئِکَ یَلْعَنُھُمُ اللّٰہُ وَ یَلْعَنُھُمُ اللّٰعِنُوْنَ۔"

"جو لوگ ہمارے نازل کیے ہوئے واضح بیانات اور ہدایتوں کو ہمارے بیان کر دینے کے بعد بھی چھپاتے ہیں اُن پر اللہ بھی لعنت کرتا ہے اور تمام لعنت کرنے والے بھی لعنت کرتے ہیں۔" (سورۂ بقرہ ۲۔ آیت ۱۵۹)

پرانے زمانے میں یہ کہا جاتا تھا کہ لوگوں کو دین کی تبلیغ کرنا اور انھیں خدا کی طرف بلانا واجبِ کفائی ہے۔ یعنی اگر اس مقصد کے لیے کچھ لوگ اٹھ کھڑے ہوں، تو دوسروں پر یہ فریضہ واجب نہیں ہوتا۔ لیکن عہدِ حاضر میں تبلیغ واجبِ عینی ہے۔ یہ علما ہی پر نہیں بلکہ امت میں سے ہر اُس فرد پر واجب ہے جو شریعت کے احکام جانتا ہے، یا قرآن کی تفسیر سے کسی حد تک واقف ہے، یا اسلام کے کسی بھی مفہوم سے آگاہی رکھتا ہے۔ خواہ مرد ہو یا عورت، ہر ایک پر واجب ہے کہ اپنے خاندان اور دوستوں کو اسلامی اصول و عقائد سے آگاہ کرے۔ کیونکہ جس کے پاس جو کچھ علم ہے وہ خدا کی امانت ہے۔

جس طرح علما پر یہ واجب ہے کہ وہ لوگوں کو تعلیم دیں اسی طرح نہ جاننے والوں پر

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

بھی فرض ہے کہ وہ جاننے والوں سے سوال کریں۔

علما کے لئے ضروری ہے کہ وہ تعلیم کو عام کرنے کے لئے تمام ذرائع سے استفادہ کریں اور فکری، سیاسی اور سماجی مسائل کو ریڈیو، ٹیلی ویژن وغیرہ کے ذریعے نشر کریں۔ کیونکہ دشمن نے اسلام پر سخت ترین حملہ کیا ہوا ہے، جس سے دفاع کے لئے اسی قوت اور مقدار میں جدوجہد کی ضرورت ہے۔

سیاسی کاموں کے ساتھ ساتھ اس بات کا پیشِ نظر رہنا بھی ضروری ہے کہ سیاسی جدوجہد میں مشغولیت ہمیں فکری اور نظریاتی جدوجہد سے باز نہ رکھے، کیونکہ اس سیاست کی کوئی قدرو قیمت نہیں جس میں امت اپنے دینی اور اسلامی احکام سے واقف نہ ہو۔ سیاست تو بس وہی ہے جس کی ایک بنیاد ہو اور جس کا محور ایک فکری اصول اور قاعدہ ہو۔ کیونکہ جب لوگ اپنے اسلام ہی سے واقف نہیں ہوں گے، تو وہ راہِ راست اور گمراہی کے درمیان کیسے تمیز کر سکیں گے؟ اور جب وہ اپنی شریعت کے حلال اور حرام ہی سے واقف نہ ہوں گے، تو انھیں یہ کیسے معلوم ہوگا کہ اس سیاسی نظریئے کی کیا چیز حلال ہے اور کون سی چیز حرام ہے؟

۳۔ مالی جہاد

جہاد کی تیسری قسم جہاد بالمال (مال کے ذریعے جہاد) ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے امت کے بعض افراد کو مالی استطاعت دی ہے اور بعض افراد اس مال کے محتاج ہیں۔ یا کسی خاص وجہ یا مفادِ عامہ کے لئے مختلف شعبوں جیسے تربیتی، حفظانِ صحت، اجتماعی وسیاسی یا فوجی وعسکری مسائل میں مال کی ضرورت ہوتی ہے۔

جہاد بالمال کرنے والے مجاہدین کا قرآنِ مجید نے بہت سے مقامات پر ذکر کیا ہے۔ ارشاد ہے:

"اِنۡفِرُوۡا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا وَّ جَاهِدُوۡا بِاَمۡوَالِكُمۡ وَاَنۡفُسِكُمۡ فِیۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ۔"

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

”ہلکے ہو یا بھاری گھر سے نکل پڑو اور راہِ خدا میں اپنے اموال اور جانوں سے جہاد کرو۔“ (سورۂ توبہ۹۔آیت۴۱)

نیز فرماتا ہے:

” مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ وَاللهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَاللهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ. “

”جو لوگ راہِ خدا میں اپنے اموال خرچ کرتے ہیں اُن کے عمل کی مثال اس دانے کی سی ہے جس سے سات بالیاں پیدا ہوں اور پھر ہر بالی میں سو دانے ہوں' اور خدا جس کے لئے چاہتا ہے اضافہ بھی کر دیتا ہے اور وہ صاحبِ وسعت بھی ہے اور علیم ودانا بھی۔“ (سورۂ بقرہ۲۔آیت۲۶۱)

نیز فرماتا ہے:

” فَضَّلَ اللهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً. “

”خدا نے اپنے مال اور جان سے جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر امتیاز عنایت کئے ہیں۔“ (سورۂ نساء۴۔آیت۹۵)

مزید فرماتا ہے:

” اِنَّ اللهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ. “

”بے شک خدا نے مومنین سے اُن کی جان اور اُن کے اموال کو جنت کے بدلے خرید لیا ہے۔“ (سورۂ توبہ۹۔آیت۱۱۱)

خداوندِ عالم نے بعض مواقع پر مال خرچ کرنے کے بارے میں بھی گفتگو فرمائی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو چیز ہم نے اُس کی راہ میں دی ہے اُس میں خدا ہی نے ہمیں اپنا نائب قرار دیا ہے۔

فرماتا ہے:

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

" وَاَنفِقُوا مِمَّا جَعَلَكُم مُّستَخلَفِينَ."

"اوراس مال میں سے خرچ کرو جس میں اس نے تمھیں اپنا نائب بنایا ہے۔"

(سورۂ حدید ۵۷۔ آیت ۷)

نیز فرماتا ہے:

" وَّ اٰتُوهُم مِّن مَّالِ اللهِ الَّذِيٓ اٰتٰكُم."

"اور انھیں اللہ کے اس مال میں سے کچھ دے دو جو خدا نے تمہیں دیا ہے۔"

(سورۂ نور ۲۴۔ آیت ۳۳)

اور فرماتا ہے:

"فِيٓ اَموَالِهِم حَقٌّ مَّعلُومٌ لِّلسَّائِلِ وَ المَحرُومِ."

"اور ان کے اموال میں مانگنے اور نہ مانگنے والوں کا ایک حصہ معین ہے۔"

(سورۂ معارج ۷۰۔ آیت ۲۴، ۲۵)

اس سے ایک تو اجتماعی کفالت کا باب کھلتا ہے اور دوسری طرف مختلف میدانوں میں امت کی جدوجہد میں مدد ہوتی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ بعض لوگ فکری، سیاسی یا عسکری میدانوں میں جہاد کی صلاحیت نہیں رکھتے، لیکن مال ودولت کے مالک ہوتے ہیں۔ لہٰذا وہ مختلف تعمیری سرگرمیوں کے لئے اپنا مال ودولت پیش کرتے ہیں۔ اس مال سے معاشرے میں سرگرمِ عمل افراد ایسے کام انجام دے سکتے ہیں جن سے یتیموں، ناداروں اور مسکینوں کی کفالت ہوتی ہے، اور ایسے لوگوں کی زندگیوں کو بہتر بنایا جاسکتا ہے جو تنگ دستی کی وجہ سے مجبور ہوتے ہیں۔

معاشرے کی ذمے داری ہے کہ وہ مختلف میدانوں میں چلنے والی جہادی تحریکوں کی مدد کریں، مثلاً سیاسی، فکری اور عسکری جہاد وغیرہ میں تعاون کریں۔ کیونکہ اگر قوم ان میدانوں میں جہاد کرنے والوں کی مدد نہیں کرے گی، تو وہ اپنی تحریک کو جاری نہیں رکھ سکیں گے۔

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

اگر امت مالی جہاد کا فریضہ انجام دینے کی قدرت رکھتی ہو تو اسے یہ فریضہ انجام دینا چاہئے۔ کیونکہ اسے اکثر ان لوگوں کے سامنے جھکنا پڑتا ہے جو اس کی کمزوریوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور یہ کمزوریاں قوم کی مالی ضرورت ہی سے پیدا ہوتی ہیں۔ اسی بنا پر وہ لوگ مختلف طریقوں سے امت میں انحراف پیدا کرتے ہیں۔ اس میں شک نہیں ہے کہ ضروریات ہی انسان کو غلام بناتی ہیں۔ لہٰذا روایات میں آیا ہے کہ: استغنِ عمّن شئت تکن نظیرَہ. (جس سے بے نیاز ہونا چاہتے ہو اُسی جیسے بن جاؤ)

اس سلسلے میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے:

"انّ اللّٰه لم ینعم علیٰ عبدٍ نعمةً اِلّا وقد الزمه فیها الحجّة من اللّٰه. فمن منَّ اللّٰه علیه فجعله قویاً فحجّته علیه القیام بما کلّفه، واحتمال مَن هو دونه ممّن هو اضعف منه، فمن مَنَّ اللّٰه علیه فجعله موسعاً علیه، فحجتهُ علیه ما له ثمّ تعاهده الفقراء بفرائضه ونوافله، فمن مَنَّ اللّه علیه فجعله شریفاً فی قومه، جمیلاً فی صورته، فحجته علیه ان یحمد اللّٰه تعالیٰ علیٰ ذالک، وان لا یتطاول علیٰ غیره، فیمنع حقوق الضعفاء لحال شرفه وجماله."

"بے شک خدا نے کسی بندے کو کسی نعمت سے نہیں نوازا، مگر یہ کہ اس سے متعلق خدا نے اس پر حجت قائم کردی ہے۔ جس شخص پر خدا نے احسان کیا اور اسے قوی بنایا، تو اس پر خدا کی حجت یہ ہے کہ جس بات کا اُسے ذمے دار قرار دیا گیا ہے اسے انجام دے اور اپنے سے کمزور کی دست گیری کرے اور جس شخص کو خدا نے مال و دولت سے نوازا ہے، اس پر اس کا مال حجت ہے، اُسے چاہئے کہ ناداروں کی مدد کرے۔ اور جس شخص کو خدا نے اس کی قوم میں شرافت و بزرگی عطا کی ہے اور حسن و جمال سے نوازا ہے، اس پر

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

خدا کی حجت یہ ہے کہ وہ خدا کا شکرادا کرے اورغرور نہ کرے اورجن لوگوں کے یہاں حسن و جمال نہیں ہے ان کے حقوق غصب نہ کرے۔"

(اصولِ کافی۔ج۱۔ص۱۶۲۔ح۲)

۴۔جہاد بالنفس

جہاد کی اقسام میں سے ایک جہاد بالنفس ہے اور یہ اُن دشمنوں کے خلاف جہاد کی اعلیٰ ترین قسم ہے جو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشوں میں مصروف ہوتے ہیں' اُن کے شہروں پر قبضہ کرتے ہیں' ان پر سختی کرتے ہیں اور ان کے فیصلوں پر اپنی قوت کے ذریعے اثرانداز ہوتے ہیں۔

خداوند عالم فرماتا ہے:

"اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَھَاجَرُوْا وَ جَاھَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ بِاَمْوَالِھِمْ وَ اَنْفُسِھِمْ اَعْظَمُ دَرَجَۃً عِنْدَ اللّٰہِ وَ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفَآئِزُوْنَ یُبَشِّرُھُمْ رَبُّھُمْ بِرَحْمَۃٍ مِّنْہُ وَ رِضْوَانٍ وَّ جَنّٰتٍ لَّھُمْ فِیْھَا نَعِیْمٌ مُّقِیْمٌ خٰلِدِیْنَ فِیْھَآ اَبَدًا اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗٓ اَجْرٌ عَظِیْمٌ."

"بے شک جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اپنے اموال اور اپنی جانوں سے راہِ خدا میں جہاد کیا' وہ خدا کے نزدیک بڑے مرتبے پر فائز ہیں' اور وہی درحقیقت کامیاب بھی ہیں۔ اللہ ان کو اپنی رحمت' رضامندی اور باغات کی بشارت دیتا ہے' جہاں اُن کے لئے دائمی نعمتیں ہوں گی۔ بے شک خدا کے یہاں اُن کے لئے بڑا اجر ہے۔"

(سورۂ توبہ۹۔آیت۲۰تا۲۲)

اور ارشادِ الٰہی ہے:

"اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَ اَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللهِ فَیَقْتُلُوْنَ وَیُقْتَلُوْنَ وَعْدًا عَلَیْهِ حَقًّا فِی التَّوْرٰةِ وَ الْاِنجِیْلِ وَ الْقُرْاٰنِ۔"

"بے شک اللہ نے صاحبانِ ایمان سے اُن کے جان ومال کو جنت کے عوض خرید لیا ہے' کہ یہ لوگ راہِ خدا میں جہاد کرتے ہیں اور دشمنوں کو قتل کرتے ہیں اور پھر خود بھی قتل ہو جاتے ہیں' یہ وعدۂ برحق توریت' انجیل اور قرآن ہر جگہ ذکر ہوا ہے۔" (سورۂ توبہ ۹۔ آیت ۱۱۱)

حضرت علی علیہ السلام ایک خطبے میں ارشاد فرماتے ہیں:

"امّا بعد فانّ الجهاد بابٌ من ابواب الجنّة فتحه اللّٰه لخاصة اولیائه' وهو لباس التقوىٰ' ودرع اللّٰه الحصینة وجُنته الوثیقة' فمن ترکه رغبةً عنه البسه اللّٰه ثوب الذلّ' وشمله البلاء' ودُیِّث بالصغار والقمائة."

"جہاد جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے' جسے خدا نے اپنے خاص دوستوں کے لئے کھولا ہے۔ جہاد تقویٰ کا لباس ہے' خدا کی محکم زرہ اور مضبوط سپر ہے۔ جو اس سے روگردانی کرتا ہے خدا اسے ذلت کا لباس پہنا دیتا ہے' اسے بلا میں مبتلا کر دیتا ہے اور اسے ذلت وخواری کے ساتھ ٹھکرا دیا جاتا ہے۔" (نہج البلاغہ۔ خطبہ ۲۷)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

"فوق کلّ ذی برّ برّ' حتّی یُقتل المرء فی سبیل اللّٰه' فا ذا قتل فی سبیل اللّٰه فلیس فوقه برّ."

"ہر نیکی کے اوپر نیکی ہے' یہاں تک کہ انسان راہِ خدا میں قتل ہو جائے۔ جب وہ راہِ خدا میں قتل ہو جائے گا' تو اس سے بڑھ کر کوئی نیکی نہیں رہے گی۔" (وسائلِ الشیعہ۔ ج ۱۵۔ باب ۱۔ ح ۲۱)

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

۵۔ جہاد باللسان

حضرت علی علیہ السلام کی وصیت میں جہاد باللسان کا ذکر بھی ہوا ہے۔ اس سے مراد ہے زبان سے نیک باتوں کا حکم دینا اور بُرائیوں سے روکنا۔ رسول اللہؐ سے منقول ہے:

"لتأمُرنَّ بالمعروف، ولتنهُنَّ عن المنكر، او ليعمنّكم عذاب اللّٰه."

"تمہیں چاہئے کہ نیکی کا حکم دو اور بُرائی سے روکو، اگر ایسا نہیں کروگے، تو تمھیں خدا کا عذاب گھیر لے گا۔"

پھر فرمایا:

"مَن رایٰ منكم منكراً فلينكره بيده ان استطاع، فان لم يستطع فبلسانه، فان لم يستطع فبقلبه، فحسبه ان يعلم اللّٰه من قلبه انّه لذلك كاره."

"تم میں سے جو شخص کسی کو بُرا کام کرتے ہوئے دیکھے اور اسے روکنے پر قادر ہو، تو اسے ہاتھ کے ذریعے اس کام سے روکے، اور اگر ہاتھ سے نہ روک سکے، تو زبان سے روکے، اور اگر زبان سے نہیں روک سکتا، تو دل میں اس سے نفرت کرے۔ خدا اس کے دل کا حال جانتا ہے کہ وہ اس سے نفرت کررہا ہے۔" (وسائل الشیعہ۔ ج۱۶۔ باب۳۔ ح۱۲)

لہٰذا انسان کو جہاں کہیں باطل نظر آئے، وہاں اُسے اس طرح حق بات کہنی چاہئے جس سے حق کی طاقت کا اظہار ہو۔ رسولِ مقبولؐ سے منقول ہے:

"انّ افضل الجهاد كلمة عدلٍ عند امام جائر."

"افضل ترین جہاد یہ ہے کہ انسان ظالم حاکم کے سامنے حق بات کہے۔"

(اصولِ کافی۔ ج۵۔ ص۶۰۔ ح۱۶)

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

امام جعفر صادقؑ نے رسولِ مقبولؐ کے اس قول کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ: ھذا علی ان یامرہ بعد معرفتہ 'وھو مع ذلک یقبل منہ والّا فلا۔ (وہ یہ بات جاننے کے بعد یہ عمل انجام دے کہ اگر میں اس ظالم بادشاہ کو عدل کے مطابق عمل کرنے کی دعوت دوں گا' تو وہ اسے قبول کرلے گا' تو اس صورت میں اسے امامِ جائر اور ظالم حاکم کے سامنے حق بات کہنی چاہیئے ورنہ نہیں۔اصولِ کافی۔ج ۵۔ب ۲۔ح ۱) یعنی انسان کو اپنی زبان سے نکلنے والی بات کا علم ہو کہ اس سے مقصد پورا ہوگا' تیر نشانے پر لگے گا اِدھر اُدھر نہیں' اگر اِدھر اُدھر لگے گا تو اس سے خود کو اور معاشرے کو نقصان پہنچے گا اور اس سے خدا خوش نہیں ہوگا۔

☆☆☆

"وَعَلَيْكُمْ بِالتَّوَاصُلِ وَالتَّبَاذُلِ' وَإِيَّاكُمْ وَالتَّدَابُرَوَالتَّقَاطُعَ."

"تم پر لازم ہے کہ ایک دوسرے سے میل ملاپ رکھنا اور ایک دوسرے کی اعانت کرنا۔خبردار ایک دوسرے سے قطع تعلق سے پرہیز کرنا۔"

عبادتوں کی مختلف اصناف کے بارے میں وصیت فرمانے کے بعد امیرالمومنینؑ نے اسلامی معاشرے کے افراد کے اجتماعی اور سماجی تعلقات کا موضوع شروع کیا ہے۔اِن تعلقات میں ایک دوسرے سے روابط رکھنے کے طریقوں کو اہمیت دینا بھی شامل ہے۔

جب مسلمان ایک سماج کی صورت میں زندگی بسر کرتے ہیں' تو اُن پر واجب ہے کہ وہ ایک دوسرے سے تعلقات رکھیں۔اِن تعلقات کی مختلف صورتیں ہیں' مثلاً میل ملاقات' گفت وشنید' تقوے اور نیکی کے کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون اور باہمی مشاورت۔

اسلامی معاشرے کے ہر ہر فرد پر واجب ہے کہ وہ دوسرے کے لئے قربانی دے' گویا اپنے آپ کو دوسرے کے لئے اس طرح پیش کرے کہ جس سے اُس کی عقل کھل جائے' دل روشن ہوجائے اور اُس کی زندگی میں نکھار آجائے۔ظاہری تعلقات یا مادّی فائدہ رسانی ہی کو کافی نہ سمجھے۔

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

اجتماعی اور سماجی تعلقات معاشرے کی قوت اور سلامتی کی بنیاد ہیں' یہ ہر اُس شخص سے ٹکرانے کی قوت فراہم کرتے ہیں جو معاشرے کو تباہ کرنا چاہتا ہے۔ کیونکہ جب لوگوں کے ایک دوسرے کے ساتھ تعلقات ہوں گے' تو وہ ایک دوسرے کے علم سے آگاہ ہوں گے' ایک دوسرے کی صلاحیتوں اور معلومات سے استفادہ کریں گے۔ یہ ایسی چیزیں ہیں جن کی انسان کو زندگی میں ضرورت ہوتی ہے۔ اس طرح تمام افرادِ معاشرہ ایک دوسرے کے ساتھ صلاحیتوں کا تبادلہ کرتے ہیں' یوں مختلف صلاحیتیں ایک دوسرے کے ساتھ مل کر کامل ہوتی ہیں اور معاشرے میں توازن قائم ہوتا ہے اور وہ خود کفیل اور قوی ہوتا ہے۔ یہی نوعیت ایک دوسرے کے ساتھ تعلقات کی بھی ہے۔ معاشرے کا ہر فرد یہ محسوس کرتا ہے کہ اسلام کی بنیاد پر وجود میں آنے والے تعلقات کی بنا پر معاشرے میں زندگی بسر کرنے والے دوسرے تمام افراد اس کے ساتھی اور مددگار ہیں۔

خداوندِ عالم نے اسی لئے مختلف خصوصیتوں کے حامل لوگوں کے ایک دوسرے کے ساتھ تعارف پر زور دیا ہے۔ فرماتا ہے:

"يَآَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا."

"اے لوگو! ہم نے تمھیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور تمھیں خاندانوں اور قبیلوں میں تقسیم کیا ہے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔"

(سورۂ حجرات ۴۹۔ آیت ۱۳)

تعارف کا بہترین طریقہ باہمی تعلقات ہیں' کیونکہ قطع تعلق کی صورت میں نہ ایک دوسرے کو پہچانا جاسکتا ہے اور نہ ایک دوسرے کے اندازِ فکر اور صلاحیتوں سے آگہی حاصل کی جاسکتی ہے۔

دوسری طرف قطع تعلق اُن لوگوں کے لئے آسانی فراہم کردیتا ہے جو اسلامی طاقت کو پاش پاش کرنے کے لئے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشیں کیا کرتے ہیں۔ قطع

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

تعلق کی صورت میں وہ شخص آپ کے درمیان غلط فہمیاں پھیلائے گا جو یہ نہیں چاہتا کہ آپ کے اور دوسروں کے درمیان تعلقات استوار ہوں۔ اس طرح افرادِ معاشرہ کے درمیان دشمنیاں اور عداوتیں پیدا ہوجاتی ہیں، جبکہ آپس کے تعلقات اور رابطوں کی صورت میں غلط فہمیوں کا ازالہ آسان ہوا کرتا ہے، اور ایک دوسرے کے متعلق سنی ہوئی باتوں کی حقیقت جانی جاسکتی ہے۔

مؤمنین کے درمیان قطع تعلق، ایک مہلک اور خطرناک مرض ہے، جس سے افرادِ معاشرہ پر غلط اثر پڑتا ہے، روابط اور تعلقات نہ ہونے کی بنا پر ان کے درمیان جدائی پیدا ہو جاتی ہے، کیونکہ جب کسی شخص کا دوسرے شخص سے سیاسی، اجتماعی، فکری اور عقیدتی یا فقہی مسئلے میں اختلاف ہوجاتا ہے، تو اِن دونوں کے درمیان میل ملاقات کا سلسلہ بند ہوجاتا ہے اور صاحب سلامت، سلام دعا بھی نہیں رہتی، جبکہ میل ملاقات کی صورت میں صلح وصفائی کا دروازہ کھلا رہتا ہے، جس کے ذریعے انسان آپس کی غلط فہمیوں کو دور کرسکتے ہیں۔

قطع تعلق کے نتیجے میں اختلافات بڑھتے ہی چلے جاتے ہیں، اگرچہ ابتدا میں زیادہ نہیں ہوتے۔ پھر نوبت یہاں تک جاپہنچتی ہے کہ گویا ہمارے درمیان کوئی مشترک چیز ہے ہی نہیں۔ اس صورت میں، ہمیں خدا، رسول، قرآن اور شریعت بھی متحد نہیں کرسکتی۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ایمان نے ہماری زندگی پر کوئی عملی اثر نہیں چھوڑا ہے، کیونکہ ہم نے وہ تمام اصول توڑ ڈالے ہیں جو ہمارا رشتہ دوسروں سے جوڑتے ہیں۔ اس طرح ہماری اجتماعی اور سیاسی زندگی میں فاصلے پیدا ہوجاتے ہیں۔

روابط وتعلقات ہمیں متحد اور ایک نقطے پر جمع کرتے ہیں۔ کبھی کبھی معاشرے میں ایسی باتیں ابھر آتی ہیں جن سے ہمارے حلقوں میں اختلاف پیدا ہوجاتا ہے اور ہم اس اختلاف کو دور کرنے کی کوشش نہیں کرتے، جبکہ عین اسی وقت ہم اُن لوگوں کو باہمی گفتگو کی دعوت دے رہے ہوتے ہیں جن کا ہمارے حلقے سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ مثلاً ہم دیکھتے ہیں کہ بعض لوگ مختلف اسلامی فرقوں کو تو اتحاد کی دعوت دیتے ہیں، لیکن خود شیعیانِ اہلِ بیتؑ

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

کے درمیان تعلقات میں رخنہ ڈالتے ہیں۔دورِ حاضر میں بعض لوگوں نے اسلام اور مسیحیت کے درمیان گفتگو کا نظریہ پیش کیا ہے' لیکن یہ لوگ مسلمانوں کے درمیان باہمی مکالمے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ بعض لوگ ملحدوں سے تعلقات رکھتے ہیں' لیکن مؤمنوں سے جدا رہتے ہیں! کیا یہ طرزِ عمل تعصب اور پس ماندہ ذہنیت کی عکاسی نہیں کرتا؟

حضرت علی علیہ السلام ایسا معاشرہ نہیں چاہتے' آپؑ نے بہت سی چیزوں کے لئے بہت سی قربانیاں دی ہیں۔جب لوگوں نے حضرت عثمان کی بیعت کا ارادہ کیا' تو امامؑ نے فرمایا:

"لَاُسَلِمَنَّ مَا سَلِمَتْ اُمُوْرُ الْمُسْلِمِیْنَ وَلَمْ یَکُنْ فِیْھَا جَوْرٌ اِلَّاعَلَیَّ خَاصَّۃً."

"جب تک مسلمانوں کے معاملات صحیح طرح چلتے رہیں گے اور صرف میری ہی ذات ظلم وجور کا نشانہ بنے گی' میں نبھا کرتا رہوں گا۔"

(نہج البلاغہ۔خطبہ۷۲)

گویا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ جب تک تنہا میری ذات پر ظلم ہوگا اور مسلمانوں کے امور سلامت رہیں گے' اُس وقت تک میں برداشت کروں گا۔

☆☆☆

"لَا تَتْرُکُوا الْاَمْرَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّھْیَ عَنِ الْمُنْکَرِ' فَیُوَلّٰی عَلَیْکُمْ شِرَارُکُمْ' ثُمَّ تَدْعُوْنَ فَلَا یُسْتَجَابُ لَکُمْ."

"دیکھو !امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ترک نہ کرنا' ورنہ بدکردار تم پر مسلّط ہوجائیں گے اور پھر اگر تم دعا مانگو گے تو وہ قبول نہ ہوگی۔"

حضرت علی علیہ السلام کی عمومی وصیت کا یہ آخری فقرہ ہے۔امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تاکید اللہ رب العزت نے قرآنِ مجید میں بھی کی ہے۔ارشاد ہوتا ہے:

"وَ لْتَکُنْ مِنْکُمْ اُمَّۃٌ یَدْعُوْنَ اِلَی الْخَیْرِ وَ یَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ."

"اور تم میں سے ایک گروہ ایسا ہونا چاہیے جو خیر کی طرف بلائے، نیکی کا حکم دے اور بُرائی سے روکے اور یہی لوگ کامیاب ہیں۔"

(سورۂ آلِ عمران ۳۔ آیت ۱۰۴)

نیز فرماتا ہے:

"لُعِنَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ عَلٰی لِسَانِ دَاوٗدَ وَ عِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّ كَانُوْا یَعْتَدُوْنَ كَانُوْا لَا یَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا یَفْعَلُوْنَ."

"بنی اسرائیل میں سے جن لوگوں نے کفر اختیار کرلیا تھا، اُن پر جناب داؤد اور حضرت عیسیٰ نے لعنت کی ہے۔اس کی وجہ یہ تھی کہ ان لوگوں نے نافرمانی کی تھی اور وہ زیادتی کے مرتکب ہوتے تھے، وہ جو بُرا کام کرتے تھے اُس سے باز نہیں رہتے تھے، یقیناً وہ بُرا کام کرتے تھے۔"

(سورۂ مائدہ ۵۔ آیت ۷۸، ۷۹)

نیز فرماتا ہے:

" اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ یَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَ یَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَ یَقْبِضُوْنَ اَیْدِیَهُمْ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِیَهُمْ اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ."

"منافق مرد اور منافق عورتیں سب ایک دوسرے سے ہیں، وہ بُرائی کا حکم دیتے ہیں اور نیکی سے روکتے ہیں اور راہِ خدا میں خرچ نہیں کرتے، اُنھوں نے اللہ کو بھلا دیا ہے، تو اللہ نے بھی اُن کی پروا نہیں کی کہ منافقین ہی اصل میں فاسق ہیں۔" (سورۂ توبہ ۹۔ آیت ۶۷)

اور فرماتا ہے:

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

"وَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ يُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ."

"اور مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے ولی اور مددگار ہیں، وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں اور بُرائی سے روکتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں اور زکات دیتے ہیں، وہ خدا اور رسول کی اطاعت کرتے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جن پر عنقریب خدا رحمت کرے گا، بے شک خدا غالب اور حکمت والا ہے۔"

(سورۂ توبہ ۹۔ آیت ۷۱)

منکر ہر وہ چیز ہے جسے خدا پسند نہیں کرتا، خواہ وہ چیز فردی ہو یا اجتماعی، سیاسی ہو یا عسکری۔ اور جو چیز خدا کو پسند نہ ہو وہ انسان کی زندگی میں فساد پیدا کرتی ہے، اُس کے نفس کو تباہ کرتی ہے، اس کے معاشرے کو نقصان پہنچاتی ہے۔

اور معروف ہر وہ چیز ہے جس سے خدا خوش ہوتا ہے، یا جو اسے پسند ہے اور وہ یہ چاہتا ہے کہ بندے اسے اختیار کریں اور اس پر عمل کریں۔ اسی میں بندوں کی بھلائی ہے، اسی میں ان کی زندگی اور معاشرے کا استحکام ہے۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اسلامی حکومت سے مربوط مسائل میں سے ہے، اس کا ربط اسلامی قوانین سے ہے جو معاشرے میں اس لئے نافذ کئے جاتے ہیں تاکہ معاشرے کا داخلی امن وامان برقرار رہے، مگر یہ کہ حکومت کی سیاست پر دوسری چیزوں کا اثر ہو اور وہ معاشرے کے معاملات میں دخل اندازی نہ کرسکتی ہو۔ یہاں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا ایک دوسرا موضوع سامنے آتا ہے۔

اگرچہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہر مسلمان مرد اور عورت پر واجب ہے، لیکن اگر بعض افراد اس فریضے کی انجام دہی میں مشغول ہوں، تو باقی لوگوں پر یہ واجب نہیں ہوتا۔ یعنی یہ واجب کفائی ہے۔ ہاں، اگر معاشرے کا کوئی بھی فرد اس پر عمل نہ کرے، تو سب افرادِ

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

معاشرہ گناہ گار ہوں گے۔

اور اگر معاشرے میں بُرائی پھیل جائے تو اس صورت میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر واجب عینی ہو جائے گا۔ یعنی سب مسلمانوں پر واجب ہوگا کہ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کریں۔ اس سلسلے میں معاشرے کی ضرورت اس وقت تک پوری نہیں ہو سکے گی جب تک کہ معاشرے سے بُرائی کو ختم کرنے اور نیکیوں کو رواج دینے میں تمام لوگ اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار نہیں لائیں گے۔

لہٰذا کوئی مسلمان اپنے آپ کو یہ کہہ کر اس فریضے سے بری الذمہ قرار نہیں دے سکتا کہ اگر فلاں شخص شراب پیتا ہے یا جوا کھیلتا ہے یا کسی ظالم و جابر کے لئے جاسوسی کرتا ہے تو مجھے کیا۔

اب تو نوبت یہاں تک جا پہنچی ہے کہ اگر کوئی شخص کسی دوسرے کو بُرائی سے روکتا ہے اور اسے نیکی کرنے کے لئے کہتا ہے تو اسے جواب ملتا ہے کہ تم میرے ذاتی معاملات میں دخل دے رہے ہو؟!

دورِ حاضر میں انسان کی آزادی کا یہ مطلب سمجھا جاتا ہے کہ وہ جو چاہے کرے کسی کو اسکے نجی معاملات میں دخل اندازی کا حق نہیں خواہ وہ بدکاری ہی کر رہا ہو اسے کوئی نہیں روک سکتا۔ یہ ہمارے معاشرے میں پایا جانے والا عام خیال ہے۔ یہ فکر مغرب سے ہمارے یہاں آئی ہے اہلِ مغرب کا کہنا ہے کہ ہر شخص اپنے معاملات میں اُس وقت تک آزاد ہے جب تک اُس کی آزادی معاشرتی نظام میں خلل پیدا نہ کرے۔

لیکن اس حوالے سے ہمارے اصولوں اور غیر دینی اصولوں میں فرق ہے۔ کیونکہ ہم خدا پر ایمان رکھتے ہیں اور اس بات کے معتقد ہیں کہ انسان اس کا بندہ اور غلام ہے وہ اُس چیز میں آزاد ہے جس میں خدا نے اسے آزادی عطا کی ہے۔ خدا نے انسان کو یہ آزادی نہیں دی ہے کہ مثلاً وہ خود اپنے آپ کو نقصان پہنچائے یا اپنی زندگی کا خاتمہ کر دے۔ اگر کوئی ایسا کرنے لگے تو تمام لوگوں پر واجب ہے کہ وہ اسے روکیں۔ اسی طرح کسی کے لئے

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

یہ بات بھی جائز نہیں کہ خدا کی رضا کے بغیر کسی انسان میں کوئی تصرف کرے، جو خدا کی ملکیت ہے۔ مختصر یہ کہ ہمیں چاہیے کہ لوگوں کو اُن چیزوں میں تصرف سے باز رکھیں جن میں خدا نے اُنہیں تصرف کی اجازت نہیں دی ہے۔

پھر حضرت علی علیہ السلام اس بات کی تاکید کرتے ہیں کہ اگر لوگ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا چھوڑ دیں گے، اور مسلمان نماز ترک کرنے، زکات ادا نہ کرنے اور ظالم کے لئے کی جانے والی جاسوسی کے نتیجے میں عام ہونے والی بُرائیوں کی جانب سے بے پروا ہو کر صرف اپنی ذات میں مگن رہنے لگیں گے۔ جب جھوٹ، خیانت اور دھوکا دہی لوگوں کی عادت بن جائے گی، اور ہماری آئندہ نسلیں ایسے پست اخلاق اور خراب ماحول میں پروان چڑھیں گی، تو اس سے معاشرہ تیزی کے ساتھ بُرائی کی طرف بڑھے گا، معاشرے میں ایسے لیڈر پیدا ہوں گے جن کے چال چلن اور کردار سے بُرائی کو فروغ ملے گا، وہ سماج کو گناہ میں مبتلا کریں گے اور نتیجے میں سب کو ہلاک کر ڈالیں گے۔

ان ساری خرابیوں کی جڑ یہ ہے کہ معاشرہ بُرائیوں کو نظر انداز کرتا ہوگا۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر اس معاشرے کی صورت یہ ہوگی کہ وہ کسی ایسے فرد کو اپنی قیادت کے لئے منتخب نہیں کرے گا جو اُسے نیکیوں کا حکم دیتا اور بُرائیوں سے روکتا ہو، کیونکہ یہ اُس کی خواہشوں کے خلاف ہوگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک حدیث میں منقول ہے:

"کیف بکم اذا فسدت نساؤکم، وفسق شبابکم، ولم تامروا بالمعروف، ولم تنهوا عن المنکر؟ فقیل له: ویکون ذالک یارسول اللّٰه؟ فقال: نعم وشرٌّ من ذالک. کیف بکم اذاامرتم بالمنکر ونهیتم عن المعروف؟ فقیل له: یا رسول اللّٰه ویکون ذالک؟ قال نعم وشرٌّ من ذالک، کیف بکم اذا رایتم المعروف منکراً والمنکر معروفاً؟!"

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

''اُس وقت تمہارا حال کیا ہوگا' جب تمہاری عورتیں بدچلن ہوجائیں گی اور تمہارے جوان بدکار ہوجائیں گے' تم نیکیوں کا حکم نہیں دوگے اور بُرائیوں سے نہیں روکو گے؟ عرض کیا گیا: اے اللہ کے رسول! کیا ایسا ہوگا؟ فرمایا: ہاں' اس سے بھی بدتر ہوگا۔ اس وقت تمہارا کیا ہوگا جب تم بُرائی کا حکم دوگے اور نیکیوں سے روکو گے؟ عرض کیا گیا: اے اللہ کے رسول! کیا ایسا ہوگا؟ فرمایا: ہاں' اس سے بھی بدتر ہوگا۔ اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب تم نیکی کو بدی سمجھو گے اور بدی کو نیکی؟!'' (وسائل الشیعہ ۔ ج ۱۶۔ باب ا۔ ح ۱۲)

آپؐ ہی کا قول ہے:

''لا تزال امّتی بخیر ما امروا بالمعروف ونهوا عن المنكر، وتعاونوا على البرّ والتّقوى، فاذا لم يفعلوا ذالك نزعت منهم البركات وسلّط بعضهم على بعض، ولم يكن لهم ناصر في الارض ولا في السماء.''

''جب تک میری امت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتی رہے گی اور نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرتی رہے گی' تو یونہی عافیت کے ساتھ رہے گی۔ لیکن جب وہ بُرائیوں سے نہیں روکے گی اور نیکیوں کا حکم نہیں دے گی' تو اس سے برکت چھن جائے گی اور اس کے بعض افراد بعض پر مسلّط ہوجائیں گے' پھر نہ زمین پر کوئی اُن کا مددگار ہوگا اور نہ آسمان پر۔'' (وسائل الشیعہ ۔ ج ۱۶۔ باب ا۔ ح ۱۸)

پہلی حدیث سے یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر چھوڑنے سے معاشرہ بتدریج سماجی اور دینی انحطاط کا شکار ہوجاتا ہے۔ پہلے معاشرے میں بُرائیاں پیدا ہوتی ہیں' اور اُنھیں روکنے والا کوئی نہیں ہوتا' یہ بُرائیں لوگوں میں پھیل جاتی ہیں' اور آخر کار نیکی اور بدی کی صورت بدل جاتی ہے' ایسے معاشرے کے افراد بدی کو نیکی اور نیکی کو بدی

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

تصور کرنے لگتے ہیں۔قدرتی بات ہے کہ خدا ایسے معاشرے کی دعا قبول نہیں کرتا۔ کیونکہ خدانے معاشرے کی تبدیلی کو خود اس کی تبدیلی سے مربوط کیا ہے' جیسا کہ خداوندِ عالم' ارشاد ہے:

" لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ."

''خدا کسی قوم کے حالات کو اُس وقت تک نہیں بدلتا جب تک وہ قوم خود اپنے آپ کو تبدیل نہ کرلے۔''(سورۂ رعد۱۳۔آیت۱۱)

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے وقت ہمارے لئے ضروری ہے کہ شائستہ طریقہ اختیار کریں' خندہ پیشانی کے ساتھ اور خوبصورت لہجے میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کریں' جیسا کہ خداوندِ عالم فرماتا ہے:

''اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَ الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَ جَادِلْهُمْ بِالَّتِىْ هِىَ اَحْسَنُ."

''آپ اپنے پروردگار کے راستے کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ذریعے دعوت دیں اور ان سے اس طریقے سے بحث کریں جو بہترین طریقہ ہے۔''(سورۂ نحل۱۶۔آیت۱۲۵)

نیز فرماتا ہے:

" وَ قُلْ لِعِبَادِىْ يَقُوْلُوا الَّتِىْ هِىَ اَحْسَنُ."

''اور میرے بندوں سے کہہ دیجئے کہ صرف اچھی باتیں کیا کریں۔''

(سورۂ بنی اسرائیل۱۷۔آیت۵۳)

لوگوں کے اندر بھلائی اور خوبیوں کے بہت سے عناصر پائے جاتے ہیں' ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم لوگوں کے قلوب اور عقول سے مخاطب ہونا جانتے ہوں' تاکہ ہم اُن کے قلب اور عقل کے دریچوں کو اچھائیوں کی طرف کھول سکیں۔ یہ بھی ضروری ہے کہ ہم جلد نتائج کے حصول کی توقع نہ رکھیں' کیونکہ بعض امراض کے علاج کے لئے مہینوں درکار ہوتے

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

ہیں اور بعض کا علاج برسوں میں ہوا کرتا ہے۔ اور پھر ہمارا لوگوں کو مکمل طور پر دیندار بنانے کے لئے صرف وعظ ونصیحت پر اکتفا کرنا اور یہ سمجھنا کہ اگر انھوں نے ہماری بات نہ مانی، تو انھیں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کوئی فائدہ نہیں، صحیح بات نہیں ہے۔ ہمیں اس سلسلے میں صبر وتحمل اور حکمت ودانائی سے کام لینے کی ضرورت ہے۔

اسی طرح کبھی بہترین طریقہ جراحی (operation) ہوا کرتا ہے، لیکن اس کی نوبت اُس وقت آتی ہے جب کوئی بھی علاج کارگر ثابت نہ ہو۔ ایسی صورت میں نرم رویہ اختیار کرنا خلافِ حکمت ہوا کرتا ہے۔

☆☆☆☆☆

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

خصوصی وصیت

اب ہم امامؑ کی وصیت کے خصوصی حصے پر پہنچ گئے ہیں۔ یہاں ہمیں نظر آتا ہے کہ حضرت علیؑ اخلاق و معنویت کی اُس بلندی پر فائز ہیں جہاں تک کوئی انسان نہیں پہنچ سکا ہے' اور اس نقطۂ عروج پر پہنچے ہوئے ہیں جہاں تک کسی انسان کی رسائی نہیں۔ آپؑ کینہ اور عداوت کہی جاسکنے والی ہر چیز سے بلند و بالا انسان تھے' آپ نے اپنے قاتل تک سے عداوت کا مظاہرہ نہیں کیا۔

حضرت علی علیہ السلام کی ذات عظمت کی بلندیوں پر پہنچی ہوئی ہے' اور آپؑ کا قاتل ابن ملجم پستی اور کمینگی کی انتہاؤں پر۔ ملاحظہ فرمایئے حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

''اِنْ اَبْقَ فَاَنَا وَلِیُّ دَمِیْ' ...وَاِنْ أَعْفُ فَالْعَفْوُلِیْ قُرْبَةٌ.''

''اگر میں زندہ رہا' تو اپنے خون کا میں خود مختار ہوں۔۔۔ اور اگر میں اسے معاف کردوں' تو یہ میرے لئے رضائے الٰہی کا باعث ہے۔''

(نہج البلاغہ۔ مکتوب ۲۳)

حضرت علیؑ اپنے فرزندوں کو حکم دیتے ہیں کہ اس کو نرم بستر فراہم کرنا' اچھے طریقے سے کھانا پانی دینا۔ آپؑ اپنے دشمنوں پر بھی مہربان ہیں۔ ہم قرآنِ مجید میں پڑھتے ہیں اور

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

سیرتِ علیؑ میں دیکھتے ہیں کہ آپؑ نے اپنا نفس خدا کی رضا کے عوض فروخت کردیا تھا' لہٰذا خداوندعالم نے ارشادفرمایا کہ: وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْرِیْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَ اللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ. (اورلوگوں میں سے وہ بھی ہیں جو اپنے نفس کو خدا کی مرضی کے عوض بیچ ڈالتے ہیں' اور خدا اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے۔سورۂ بقرہ ۲۔آیت ۲۰۷)

بس علیؑ اپنی ذات کے لئے کسی چیز کے طلبگار نہ تھے۔ جب آپؑ گناہگاروں پر خدا کے عذاب کے متعلق گفتگو فرماتے تھے' جبکہ اس عذاب سے آپؑ کا کوئی تعلق نہ تھا' کیونکہ آپؑ معصوم تھے' آپؑ کا دل' آپؑ کی عقل' بلکہ آپؑ کی پوری سیرت معصوم تھی' پھر بھی جب آپؑ بارگاہِ الٰہی میں دعائے کمیل کی تلاوت فرماتے تھے' تو پروردگار سے محبت کی وجہ سے آپؑ کے رخساروں پر آنسو رواں ہوجاتے تھے۔آپؑ فرماتے تھے:

''فهبنی یا الٰهی وسیّدی ومولای وربّی صبرت علیٰ عذابک' فکیف اصبر علیٰ فراقک؟ وهبنی یا الٰهی صبرت علیٰ حرّ نارک فکیف اصبر علی النظرالیٰ کرامتک.''

''پروردگار! میرے آقا' میرے مولا! اگر میں تیرے عذاب پر صبر کربھی لوں تو تیرے فراق پر کیسے صبر کروں گا؟اورتیری آگ کی حرارت کوبرداشت کربھی لوں' مگر تیری کرامت کی نظر کے بدل جانے پر کیسے صبر کروں گا۔''

حضرت علیؑ کی مراد یہ ہے کہ میں عذاب توبرداشت کرسکتا ہوں(اگرچہ آپؑ اس سے بہت بلند ہیں) لیکن خدا کا فراق میرے لئے ناقابلِ برداشت ہے۔حضرت علیؑ یہ چاہتے ہیں کہ ہم روح کی اس بلندی پر پہنچیں' اگرچہ ہمارے اندراس بلندی تک پہنچنے کی طاقت نہیں لیکن مؤمن انسان کی قدر وقیمت اس بات میں پوشیدہ ہے کہ وہ اپنے رب پر محکم ایمان کا ثبوت فراہم کرے' اور اس کا یہ ایمان لوگوں کے ساتھ اس کے حسنِ سلوک کی بنیاد بن جائے' کیونکہ لوگ عیال اللہ اور بندگانِ خدا ہیں۔

حضرت علی علیہ السلام کی روح کی یہ بلندی اُس وقت اور واضح ہوجاتی ہے جب

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

آپؑ اپنے قریبی خاندان والوں، اولادِ عبدالمطلب کو جمع کرتے ہیں۔

ابن ملجم کی ضربت کے بعد آپؑ نے محسوس کرلیا تھا کہ عنقریب آپؑ اپنے پروردگار کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے اور آپؑ یہ بھی جانتے تھے کہ قبائل ابھی تک اپنی پرانی روش اور عادتوں پر باقی ہیں۔ آج بھی اگر کوئی شخص کسی دوسرے شخص کو قتل کردیتا ہے، اور اگر مقتول کوئی بڑی شخصیت ہو، تو اس کے وارث یہ سمجھتے ہیں کہ قاتل کا پورا خاندان اس کا قاتل ہے اور انھیں یہ اختیار ہے کہ ان میں سے جسے چاہیں قتل کردیں۔

ہم دیکھتے ہیں کہ امامؑ بسترِ مرگ پر ہیں اور اپنے خاندان والوں سے فرما رہے ہیں کہ ابن ملجم کے بارے میں حکمِ خدا پر عمل کرنا، آپؑ اس سلسلے میں خدا کے اس قول کی طرف اشارہ فرماتے ہیں:

"وَ مَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطٰنًا فَلَا يُسْرِفْ فِّى الْقَتْلِ."

"اور جو شخص مظلوم قتل ہوتا ہے ہم اسکے ولی کو بدلے کا اختیار دیتے ہیں، لیکن اسے بھی چاہئے کہ وہ قتل میں حد سے آگے نہ بڑھ جائے۔"

(سورۂ بنی اسرائیل ۱۷۔ آیت ۳۳)

"وَ كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ."

"اور ہم نے اس میں یہ بھی لکھ دیا ہے کہ جان کا بدلہ جان ہے۔"

(سورۂ مائدہ ۵۔ آیت ۴۵)

بے شک اسلامی عدالت کے اصول میں خداوندعالم کا یہ قول بھی ہے:

"وَ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى."

"اور کوئی کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔"

(سورۂ بنی اسرائیل ۱۷۔ آیت ۱۵)

لہٰذا جس کا جرم میں ہاتھ نہ ہو، اس سے بازپرس بھی نہیں ہوگی۔

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

وصیت کے اختتام پر فرمایا

امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام اپنی وصیت کے خاتمے پر فرماتے ہیں:

"یَا بَنِیْ عَبْدِالْمُطَّلِبِ! لَا اُلْفِیَنَّکُمْ تَخُوْضُوْنَ دِمَآءَ الْمُسْلِمِیْنَ، خَوْضًا تَقُوْلُوْنَ: قُتِلَ اَمِیْرُالْمُؤْمِنِیْنَ."

"اے عبدالمطلب کے بیٹو! ایسا نہ ہو کہ تم' امیرالمومنین قتل ہوگئے' امیرالمومنین قتل ہوگئے کے نعرے لگاتے ہوئے مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلنے لگو۔"

اے عبدالمطلب کے بیٹو! ایسا نہ ہو کہ تم امیرالمومنینؑ قتل ہوگئے اور عظمت میں ان جیسا کوئی نہیں کا نعرہ بلند کرکے مسلمانوں کا خون بہانے لگو۔ یہ نہ کہنے لگنا کہ آپؑ کے قتل کے عوض صرف ابن ملجم ہی کو قتل نہیں ہونا چاہئے کیونکہ امامؑ کے برابر کوئی نہیں ہوسکتا۔

اس کے بعد حضرت علی علیہ السلام حکمِ خدا کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"أَلَا لَا تَقْتُلُنَّ بِیْ اِلَّا قَاتِلِیْ."

"دیکھو! میرے بدلے میں صرف میرا قاتل ہی قتل کیا جائے۔"

قصاص میں طبقات کو دخل نہیں ہے۔ لہٰذا اگر قاتل ادنیٰ درجے کا انسان ہو اور مقتول عظیم المرتبت انسان' تب بھی شریعت کے حکم کے مطابق اُسی شخص کو قتل کیا جائے گا جس نے قتل کیا ہے' کسی اور کو نہیں۔ امیرالمومنینؑ اپنے خاندان والوں کے ذہن میں اس خاص مسئلے میں اسلام کے اسی دستور کو راسخ کرنا چاہتے تھے' جو اُن احکامِ شریعت میں سے ہے جن پر آسانی سے صبر نہیں کیا جاتا ہے۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنی پوری زندگی میں اس اصول پر عمل کریں' صرف قتل اور قصاص کے مسائل ہی میں نہیں۔ بلکہ ہمیں چاہئے کہ لوگوں کے درمیان رونما ہونے والے سیاسی' خاندانی' سماجی اور اقتصادی اختلافات اور تنازعات میں بھی اسی اصول کو پیش

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

نظر رکھیں۔ آج بھی ہمارے معاشروں میں عام طور سے یہ بات پائی جاتی ہے کہ اگر کسی ایک شخص کا دوسرے کسی شخص سے اختلاف ہو جائے تو ان اشخاص سے تعلق رکھنے والے پورے پورے گروہ ایک دوسرے کے مد مقابل آجاتے ہیں اور اس گروہی اختلاف سے بعض حالات میں انتہائی منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ ایک دوسرے پر ظلم و ستم ہوتا ہے سب وشتم کیا جاتا ہے ایک دوسرے کو قتل کر دیا جاتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

اسلام کے نقطۂ نظر سے ہر انسان اپنے عمل کا خود ذمے دار ہے دوسروں پر اس کے عمل کی ذمے داری نہیں ڈالی جاسکتی۔ ہاں اگر دوسرے اس فعل کا سبب ہوں یا اس میں شریک ہوں تب انہیں ذمے دار قرار دیا جاسکتا ہے۔ اس چیز کی خدا نے تمام شریعتوں میں تاکید فرمائی ہے۔ فرماتا ہے:

"اَمْ لَمْ يُنَبَّاْ بِمَا فِىْ صُحُفِ مُوْسٰى وَ اِبْرٰهِيْمَ الَّذِىْ وَفّٰى اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى."

"کیا وہ اس چیز سے بے خبر ہے جو موسیٰ اور ابراہیم کے صحیفوں میں ہے کہ جنھوں نے اپنا پورا پورا حق ادا کیا ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔" (سورۂ نجم ۵۳۔ آیت ۳۶ تا ۳۸)

اگر تمام انسان اس اصول کے مطابق عمل کریں تو ان کا یہ عمل عین عدل کے مطابق ہوگا اور اگر وہ اس سے منحرف ہو جائیں تو عدل کے راستے سے ہٹ جائیں گے۔

تعجب کی بات تو یہ ہے کہ یہ اختلافات اور رنجشیں کبھی کبھی شادی بیاہ میں بھی رکاوٹ بنتی ہیں۔ دیکھنے میں آتا ہے کہ ایک لڑکا کسی لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہے لیکن جب یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کے دادا کا لڑکی کے دادا سے اختلاف تھا تو خاندان والے اس رشتے کے نہ ہونے پر زور دیتے ہیں۔ یہ چیز نہ صرف خلافِ عدل ہے بلکہ ایک قسم کا فکری انحطاط بھی ہے۔

صرف جدید آلات (appliances) کے استعمال اور زندگی کی جدید سہولیات

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

سے بہرہ ور ہونے کی بنیاد پر ہمارا یہ کہنا درست نہیں ہے کہ ہم مہذب شہری ہیں۔ ہم اتنے ہی مہذب ہوں گے جتنا ہمارا اخلاق اور طرزِ عمل تہذیب کے مطابق ہوگا۔

ہمیں معلوم ہے کہ ہمارے معاشرے میں ایسے اختلافات اور ناچاقیاں بہت زیادہ ہیں کہ اگر ہم شرعی اصولوں اور اسلامی اخلاق کی پابندی نہ کرنے کی وجہ سے اُن میں ڈوب گئے تو یہ ہمیں جہل و عصبیت کی تباہ کن موجوں کے حوالے کردیں گے۔ لیکن کیا کیا جائے کہ ہم بس نام کے مسلمان رہ گئے ہیں' اسلام کی اصلیت اور حقیقت سے بہت دور ہیں۔

حضرت علی علیہ السلام آخر میں اس بات کی تاکید بھی کرتے ہیں کہ قاتل کو اسلامی طریقے کے مطابق قتل کیا جائے' جو غیظ وغضب کی حالت میں قتل کی اجازت نہیں دیتا ہے۔ لہٰذا فرماتے ہیں:

''اُنْظُرُوْا اِذَاأَ نَامُتُّ مِنْ ضَرْبَتِهِ هٰذِهِ' فَاضْرِبُوْهُ ضَرْبَةً بِضَرْبَةٍ' وَلَا تُمَثِّلُ بِالرَّجُلِ' فَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهُ(صَلّی اللّٰه عَلَیْهِ وَآلِهِ وَسَلَّم) یَقُوْلُ: ''اِیَّاکُمْ وَالْمُثْلَةَ وَلَوْبِالْکَلْبِ الْعَقُوْرِ.''

''دیکھو! اگر میں اس ضرب سے مرجاؤں' تو تم اس ایک ضرب کے بدلے میں اسے ایک ہی ضرب لگانا' اور اس شخص کے ہاتھ پیر نہ کاٹنا' کیونکہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو فرماتے سنا ہے کہ: خبردار کسی کے ہاتھ پیر نہ کاٹنا' خواہ وہ کاٹنے والا کتا ہی کیوں نہ ہو۔''

مثلہ کے معنی ہیں کسی کو قتل کرنے سے پہلے یا بعد میں عبرتناک سزا دینے کے لئے اس کے ہاتھ پیر وغیرہ کاٹ ڈالنا۔

یہاں حضرت علیؑ ایک دوسرے اصول پر عمل کرانا چاہتے ہیں۔ یہ اصول بھی عدالت ہی سے تعلق رکھتا ہے۔ خداوندعالم کا ارشاد ہے:

'' فَمَنِ اعْتَدٰی عَلَیْکُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَیْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰی عَلَیْکُمْ. ''

''لہٰذا جو تم پر زیادتی کرے' تو تم بھی اس پر اتنی ہی زیادتی کرو جتنی اُس نے

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

کی ہے۔" (سورۂ بقرہ۲۔آیت۱۹۴)

اگر کوئی شخص آپ کو ایک بار گالی دے' تو آپ بھی اسے ایک بار گالی دے سکتے ہیں' اس سے زیادہ نہیں۔اور اگر کوئی شخص آپ سے نازیبا بات کہے' تو آپ بھی اسے نازیبا بات کہہ سکتے ہیں' لیکن اُس کے باپ کو نہیں۔اور اگر وہ آپ کو ایک مرتبہ مارے' تو آپ بھی اسے ایک مرتبہ مار سکتے ہیں۔

حضرت علی علیہ السلام اُنھیں وصیت کرتے ہیں کہ وہ آپؑ کے قاتل سے اسی انداز سے قصاص لیں' اور اس سلسلے میں غیظ وغضب کا شکار نہ ہوں' اس کا مثلہ نہ کریں' اس کے ہاتھ پاؤں وغیرہ نہ کاٹیں۔قصاص انسانوں کی اجتماعی زندگی کی حمایت وحفاظت کے لئے لیا جاتا ہے' نہ کہ غیظ وغضب نکالنے کے لئے۔

اس سے یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ ظلم وزیادتی کا اسی جیسا جواب جائز ہے' اس سے زیادہ جائز نہیں ہے۔پس اگر کوئی شخص آپ کے رخسار پر طمانچہ مارے' تو آپ بھی اسے ایک طمانچہ مار سکتے ہیں۔لیکن اس کے جواب میں اسے ضرب لگانا یا اسے قتل کرنا جائز نہیں۔ اور اگر کوئی آپ کے کسی قریبی عزیز کو قتل کردے' تو آپ کے لئے جائز نہیں ہے کہ آپ اُس کے گھر کو آگ لگادیں۔

حضرت علی نے اس حکم کو اپنی زندگی میں نافذ کر کے دکھایا ہے۔روایت ہے: آپ اپنے اصحاب کے درمیان تشریف فرما تھے کہ وہاں سے ایک حسین وجمیل عورت کا گزر ہوا۔ لوگوں کی نظریں اس کی طرف اُٹھ گئیں' یہ دیکھ کر آپؑ نے فرمایا:

"ان مردوں کی آنکھیں تاکنے والی ہیں اور یہ نظر بازی ان کی خواہشات کو بھڑکانے کا سبب ہے۔لہٰذا اگر تم کسی ایسی عورت کو دیکھو جو تمھیں خوبصورت لگے' تو تم اپنی بیوی کے پاس جاؤ کہ یہ بھی عورت ہی ہے۔ یہ سن کر ایک خارجی نے کہا: خدا اس کافر کو قتل کرے' یہ کتنا بڑا فقیہ ہے!! یہ سن کر لوگ اسے قتل کرنے کے لئے اٹھے' تو آپؑ نے فرمایا: ٹھہرو! گالی کا بدلہ گالی ہے

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

یا اس کے گناہ سے درگزر کرنا بہتر ہے۔"

(نہج البلاغہ۔ کلماتِ قصار ۴۲۰)

حضرت علیؑ اپنے اس عمل سے ہمیں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ انسان کو تمام امور میں اپنی شرعی ذمے داری کو پورا کرنا چاہئے۔ خداوند عالم فرماتا ہے:

"فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ."

"لہٰذا جو تم پر زیادتی کرے، تو تم بھی اس پر اتنی ہی زیادتی کرو جتنی اس نے کی ہے۔" (سورۂ بقرہ ۲۔ آیت ۱۹۴)

مجھے یہ حق حاصل ہے کہ میں اسے گالی دوں یا معاف کردوں۔

خداوند عالم کا ارشاد ہے:

"وَ اَنْ تَعْفُوْآ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى."

"اور اگر تم معاف کردو، تو یہ تقویٰ سے زیادہ قریب ہے۔"

(سورۂ بقرہ ۲۔ آیت ۲۳۷)

حضرت علیؑ کے اس طرزِ عمل سے ہمیں یہ درس ملتا ہے کہ ہم زیادتی کرنے والوں سے انتقام لینے میں بھی عدل سے کام لیں۔ عدل ہی معاشرے کے استحکام کا ذریعہ ہے۔

یہ ہیں علیؑ، یہ ہے آپؑ کی عظمت و بلندی، یہ ہے آپؑ کی محبت و شفقت۔ آپؑ اپنے بلند مقام سے پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ:

"أَلَا وَإِنَّ لِكُلِّ مَأْمُومٍ إِمَامًا يَقْتَدِي بِهِ وَيَسْتَضِيءُ بِنُورِ عِلْمِهِ، أَلَا وَإِنَّ إِمَامَكُمْ قَدِ اكْتَفٰى مِنْ دُنْيَاهُ بِطِمْرَيْهِ، وَمِنْ طُعْمِهِ بِقُرْصَيْهِ."

"تمھیں معلوم ہونا چاہئے کہ ہر ماموم کا ایک امام ہوتا ہے، جس کی وہ پیروی کرتا ہے اور اسی کے نورِ علم سے روشنی لیتا ہے۔ دیکھو تمہارے امام کی حالت تو یہ ہے کہ اس نے دنیا کے ساز وسامان میں سے دو پھٹی پرانی چادروں اور کھانے میں سے دو روٹیوں پر قناعت کرلی ہے۔"

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

"اَلاوَاِنَّکُمْ لَا تَقْدِرُوْنَ عَلٰی ذٰلِکَ 'وَلٰکِنْ أَعِیْنُوْنِیْ بِوَرَعٍ وَاجْتِهَادٍ 'وَعِفَّةٍ وَسَدَادٍ."

"میں جانتا ہوں کہ یہ تمہارے بس کی بات نہیں ہے۔ لیکن تم اتنا تو کرو کہ پرہیزگاری' سعی و کوشش' پاکدامنی اور سلامت روی میں میرا ساتھ دو۔"

(نہج البلاغہ۔ مکتوب ۴۵)

☆☆☆☆☆

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

یادداشت

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

یادداشت

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

یادداشت

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org
Presented by: https://jafrilibrary.com
Presented by: https://jafrilibrary.org

Presented by: https://jafrilibrary.org

ہماری مطبوعات

ہمارے ائمہؑ اور سیاسی جدوجہد	آیت اللہ سید علی خامنہ ای
چھ تقریریں ولایت کے موضوع پر	آیت اللہ سید علی خامنہ ای
دنیائے جوان	آیت اللہ سید محمد حسین فضل اللہ
فکر و نظر	آیت اللہ سید محمد حسین فضل اللہ
فقہ زندگی	آیت اللہ سید محمد حسین فضل اللہ
مہدئ منتظرؑ قیامِ عدل اور غلبۂ اسلام کی امید	آیت اللہ سید محمد حسین فضل اللہ
امام حسینؑ نے کیوں قیام فرمایا؟	علامہ ابراہیم امینی، محمد باقر شریعتی سبزواری
حسین ابن علیؑ کا خطاب	محمد صادق نجمی
حسین ابن علیؑ مدینہ تا کربلا	محمد صادق نجمی
کلامِ امام حسینؑ کی چند کرنیں	حجت الاسلام محسن غرویان
نہج البلاغہ اور حیاتِ اجتماعی	شیخ حسن موسیٰ صفار
نوجوانوں کے لئے جاننے کی باتیں	رضا فرہادیان
ماہِ رمضان تزکیۂ نفس اور اصلاحِ کردار کا مہینہ	مجلس مصنفین
اسلامی تحریک قرآن و سنت کی روشنی میں	شیخ محمد حسن صلاح الدین
بہترین عشق	جواد محدثی
عباد الرحمٰن کے اوصاف	محمد محمدی اشتہاردی
عبادت و نماز	استاد شہید مرتضیٰ مطہری
توبہ کیا ہے کیسے قبول ہوتی ہے	استاد شہید مرتضیٰ مطہری
اسلام اور عصرِ حاضر کی ضروریات	استاد شہید مرتضیٰ مطہری
جہاد	استاد شہید مرتضیٰ مطہری
معنوی آزادی	استاد شہید مرتضیٰ مطہری
سیرتِ نبویؐ ایک مطالعہ	استاد شہید مرتضیٰ مطہری
ائمۂ اہلِ بیتؑ کی فکری و سیاسی زندگی	رسول جعفریان (زیر طبع)
خاتمیت	استاد شہید مرتضیٰ مطہری (زیر طبع)

دار الثقلین

Presented by: https://jafrilibrary.org
Presented by: https://jafrilibrary.org